ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ
بدر
ہفت روزہ
قادیان
ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰-۳ روپے
ممالک غیر ۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے
جلد ۱۰ | یکم احسان ۱۳۴۰ ہش | ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ | یکم جون ۱۹۶۱ء | نمبر ۲۲

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۷ مئی (بوقت ۸ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی اطلاع مظہر ہے کہ
کل حضور کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی۔

احباب جماعت حضور انور کی صحت کاملہ عاجلہ و درازیٔ عمر کیلئے خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو جلد شفا بخشے اور کام والی لمبی زندگی عطا کرے۔ آمین۔

ربوہ ۲۷ مئی کل یہاں عید الاضحیٰ کی تقریب اسلامی شعار کے مطابق پورے اہتمام سے منائی گئی۔ ساڑھے ۹ بجے صبح مسجد مبارک میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا جس میں قربانی کی اہمیت اور اس کے فلسفہ پر روشنی ڈالی۔ چونکہ کل جمعہ کا دن تھا اسلئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کرنے پر حضور نے عید الاضحیٰ کے علاوہ جمعہ پڑھانے کا بھی ارشاد فرمایا جو مولانا موصوف ہی نے پڑھایا۔ اس طرح دار الہجرت ربوہ میں ایک ہی روز دو بار اجتماع ہوا (الفضل) ___ قادیان ۲۷ مئی آج ۸ بجے صبح مسجد اقصیٰ میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ آج یہاں جمعہ کا اجتماع نہیں ہوا۔

قادیان ۳۰ مئی۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔

قادیان میں جلسہ یوم خلافت کا انعقاد

مرسلہ مکرم بھائی اللہ دین صاحب سیکرٹری تبلیغ قادیان

قادیان ۲۷ مئی۔ آج صبح مسجد اقصیٰ میں لوکل انجمن احمدیہ کے زیر انتظام جلسہ یوم خلافت زیر صدارت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی ٹھیک آٹھ بجے تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو مکرم حافظ اللہ دین صاحب نے فرمائی۔ پھر مکرم یونس احمد صاحب اسلم نے ایک نظم خوش الحانی سے سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ بعدازاں صاحب صدر نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ موت ہر نیک و بد کے لئے مقدر ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے مبعوث فرمایا جاتا ہے۔ انہیں بھی موت کے دروازہ سے گزرنا پڑتا ہے۔

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم کی وفات سے ان کی لائی ہوئی برکات کا سلسلہ منقطع نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ تو تخم ریزی کے لئے دنیا میں آتے ہیں۔ جس کی نشوونما اور تکمیل ان کے خلفاء کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور جب تک ان کی جماعتیں خلافت کی شرائط پر عمل پیرا رہتی ہیں۔ یہ سلسلۂ برکات ممتد ہوتا چلا جاتا ہے چنانچہ گذشتہ انبیاء کے نہج پر ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ کا وصال ہونے پر ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو خلافت احمدیہ کا قیام ہوا جس کی یادگار میں آج کا جلسہ منعقد کیا جا رہا ہے۔

خلافت کی ضرورت و اہمیت

اس کے بعد مکرم مولوی محمد عمر صاحب مالاباری متعلم جامعہ احمدیہ نے خلافت کی ضرورت و اہمیت کے موضوع پر تقریر کی آپ نے بیان کیا کہ نظام عالم کی ہر چیز کی تکمیل اس کے جانشینوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے توالد و تناسل اور توارث کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ دنیا میں جب بھی ضلالت اور گمراہی کا دور دورہ ہوتا ہے تو اس کی اصلاح کے لئے انبیاء کو مبعوث کیا جاتا ہے۔ مگر ان کا کام صرف تخم ریزی کرنا ہوتا ہے۔ ان کی وفات پر ان کے لگائے ہوئے پودے کو انواع و اقسام کے خدشات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے وقت میں الٰہی نصرت خلافت کے ذریعہ ظاہر ہو کر تمکین دین کا باعث بنتی اور خوف کو امن سے بدل دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات اگرچہ جماعت کے لئے ایک بڑا دھکا تھی مگر خلافت کے ذریعہ مومنین کا خوف امن اور تسکین سے بدل گیا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مقرر نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ایک اقتباس سے واضح کیا کہ کس طرح خلافت راشدہ کے عہد میں مسلمان تھوڑے ہی عرصہ میں بام عروج پر پہنچ گئے مگر اس نعمت کے چھن جانے سے۔ اور افتراق و تشتت کی وجہ سے ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ تقریر کے اختتام پر مقرر نے موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کے باہمی نفاق کا تذکرہ کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے ایک واجب الاطاعت امام کے زیر سایہ روز افزوں ترقی کا ذکر تفصیل سے بیان کیا اور بتایا کہ یہ ترقی محض اسی وجہ سے ہے کہ ہر احمدی اپنے امام کے ہر اشارے پر سر تسلیم خم کرنا ہی اپنی نجات و سعادت دارین کا موجب سمجھتا ہے۔

خلافت اسلامیہ احمدیہ کی برکات

دوسری تقریر مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان نے خلافت اسلامیہ احمدیہ کی برکات کے موضوع پر فرمائی۔ جس میں آپ نے بیان کیا کہ خلیفہ کی حکومت مومنین کے قلوب پر ہونے کی وجہ سے انہیں ہر قسم کا اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی حاصل کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا میں آج جماعت احمدیہ کے کامیاب تبلیغی مشن قائم ہو چکے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ و حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کارہائے نمایاں

تیسری تقریر مکرم گیانی عبداللطیف صاحب نے مندرجہ بالا موضوع پر فرمائی۔ تقریر کے پہلے حصہ میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض کے کارہائے نمایاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے اپنا تن من دھن اسلام کی خدمت کے لئے قربان کر دیا۔ خلافت کے بارہ میں نفاق پھوٹ اور افتراق کو دور فرما کر اس کی بنیاد کو مستحکم کر دیا۔ آپ کے عہد خلافت میں ہی سلسلہ کی شاندار عمارتیں تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ بورڈنگ۔ مسجد نور اور نور ہسپتال تعمیر ہوئیں۔ تبلیغی میدان وسیع ہو کر لنڈن میں پہلا اسلامی تبلیغی مشن قائم ہوا۔ احمدیہ پریس کو چار نئے اخبارات الفضل۔ الحق۔ نور اور پیغام صلح کے اجراء کے ذریعہ ترقی حاصل ہوئی۔ اور جماعت کی علمی۔ روحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے بہت سی تصانیف آپ کے قلم سے منصۂ شہود پر آئیں۔

تقریر کے دوسرے حصہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے کارہائے نمایاں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ حضور ایدہ اللہ نے خود بد مخالفتوں کے طوفان میں الٰہی نصرتوں کا مشاہدہ کر کے جماعت احمدیہ کو زندہ خدا پر حق الیقین کے مرتبہ پر قائم کر دیا۔ اسی ضمن میں مقرر نے فتنہ احرار اور ۱۹۵۳ء میں مغربی پاکستان میں احمدیت کی مخالفت کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے گیانی صاحب موصوف نے تحریک جدید کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے غیر ممالک میں تبلیغی مشنوں کے قیام۔ نئے مرکز ربوہ کی تعمیر۔ تحریک وقف جدید کے ذریعہ ملک کے اندر سلسلۂ ارشاد و اصلاح۔ مختلف تنظیموں کے نظام اور اسی طرح انصار اللہ۔ خدام الاحمدیہ۔ اطفال الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا مفصل طور پر ذکر فرمایا۔ آخر میں آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات۔ تقاریر اور تصانیف جو مختلف مسائل پر حاوی ہیں کا عموماً اور تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر کا خصوصاً ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اسلام کی ترقی اور سربلندی خلافت کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔

صدارتی تقریر

آخر میں صاحب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں غیر مبائعین کے اس اعتراض کا تفصیل سے جواب دیا کہ شخصی خلافت پیر پرستی کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور بتایا کہ خلافت اسلامیہ کو اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں پہلی خلافتوں کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اس لئے جبکہ پہلی خلافتیں بھی شخصی ہی تھیں تو یہ امر لازمی تھا کہ خلافت اسلامیہ بھی شخصی ہی ہو۔ اسی ضمن میں آپ نے قرآن مجید کی متعدد آیات، احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے استشہاد کرتے ہوئے نظام خلافت کی برکات کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ اور آخر میں جماعت کو دامن خلافت سے وابستہ رہنے اور کامل اطاعت کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور دعا کے بعد تقریباً ساڑھے ۹ بجے یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

مستورات بھی رعایت پردہ شامل جلسہ ہو کر تقاریر سے مستفید ہوئیں۔

(مرتبہ خاکسار بشیر احمد ناصر ایم۔ اے فاضل گیانی (قادیان)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان ——— مورخہ یکم جون ۱۹۶۱ء

قادیان میں عید الاضحیہ کی تقریب سعید

ذوالحجہ کے چاند سے متعلق امسال پھر عرب اور ہندوستان میں دو دن کا فرق رہا یعنی سعودی عرب کے اعلان کے مطابق مورخہ ۲۳ مئی بروز منگل حج کا فریضہ ادا کیا گیا۔ جبکہ ہندو پاکستان میں مورخہ ۲۷ مئی کو ذوالحجہ کی یکم تاریخ ہونے کے باعث ۲۶ مئی بروز جمعۃ المبارک عید الاضحیہ کی تقریب منائی گئی ——— مقامی طور پر قادیان میں بھی اسی روز عید سعید کی تقریب عمل میں آئی۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مسجد اقصےٰ میں مسنون طریق پر نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ اور بعدہٗ قربانیوں کے جانور ذبح کئے گئے۔ عید کے دوگانہ میں درویشان قادیان کے علاوہ متعدد مہمانان کرام نے شرکت کی جن میں پاسپورٹ پر آنیوالے چند پاکستانی احباب کے علاوہ باقی دوست بھارت کے مختلف مقامات سے مقامات مقدسہ کی زیارت اور نماز عید میں شمولیت کی خاطر تشریف لائے تھے

محترم صاحبزادہ صاحب نے ۹ بجے صبح نماز عید پڑھائی اس کے بعد مسنون طریق پر خطبہ دیا جس کے آغاز میں آپ نے سورت صافات کے تیسرے رکوع کی اُن آیات کی تلاوت فرمائی جن میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلند مقام اور آپ کی قربانیوں کا ذکر اور خدا تعالےٰ کے حکم کے سامنے نو عمری کے زمانہ میں ہی سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا قابل صد افتخار تسلیم و رضا کا اظہار بطور خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ نے بتایا کہ مختلف مواقع پر اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص اور قربانی کی جو آزمائش ہوئی آپ اُن سب میں بڑی کامیابی سے پورے اُترے اور سب میں سو فیصدی نمبر حاصل کئے۔ انہی قربانیوں کے پیش نظر تمام عالم اسلامی میں آج کی تاریخ پر عید الاضحیہ کی تقریب منائی جاتی ہے آپ نے بیان کیا کہ ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی حالت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ آپ کے دل میں شروع ہی سے توحید باری تعالےٰ کا جذبہ تھا۔ یہاں تک کہ شرک کے خلاف کھلے بندوں پرچار کیا۔ اور اس کے لئے بڑی سے بڑی مخالفت کی چنداں پرواہ نہ کی۔ ان سب تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ جو مخالفین کی طرف سے آپ کو پہنچائی جاتی رہیں ——— اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

صالح اولاد ملنے کے جلنے کی دعا بارگاہ رب العزت سے کی جس کو خدا تعالےٰ نے جایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کے ذریعہ آپ کی ساری انہ دعائیں سن لی گئیں۔ باپ کا یہ عاجز بیٹا کچھ بڑا ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رؤیا دکھائی گئی کہ گویا وہ اپنے اس بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں... اپنے بیٹے کے اندر بھی پیدا ہو چکا تھا۔ اس کی تربیت بھی اعلیٰ درجہ کی تھی اس لئے اس نے یہی جواب دیا یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام ۸۰ سال کی عمر میں پیدا ہونے والے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹاتے ہوئے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جس پر خدا کی طرف سے ابراہیم کو آواز آئی کہ

قد صدقت الرؤیا

بے شک تم نے اپنی رؤیا کو ظاہر میں بھی پورا کر دکھایا۔ سچا فرمانبردار باپ چاہتا تھا کہ خدا کی خوشنودی کے لئے اپنے بیٹے تک کی قربانی کر دے مگر خدا تعالےٰ اُسے زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اور اس آزمائش کے ذریعہ آنے والی نسلوں میں اس کا اُسوہ حسنہ قائم رکھنا چاہتا تھا چنانچہ دیکھ لو وہ ایک جانور جو اسمٰعیل کی قربانی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا آج اُس کی جگہ کروڑوں جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ جو قرآنی الفاظ "و فدینٰہ بذبح عظیم" میں مذکور ذبح عظیم کی ایک بے مثال عملی تفسیر ہے اس کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا وہ حقیقت افروز مضمون الفضل سے پڑھ کر سنایا جو کسی وقت حضور انور نے عید الاضحیہ کی تقریب کے سلسلہ میں رسالہ نیرنگ خیال میں دیا تھا اور جو الفضل میں نقل کیا گیا تھا۔

اس مضمون میں نہایت جامع اور مؤثر طریق پر حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیل علیہم السلام۔ حج کی یادگار سے متعلق قربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخر میں حضور نے فرمایا ہے:۔

جب اسمٰعیل جوان ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کو حکم دیا کہ اب جا اور اس مقصد کو پورا کر جس کے لئے اسمٰعیل کو اس بے آب و گیاہ وادی میں رکھا گیا تھا یعنی ہمارے قدیم معبد کو پھر نئے سرے سے بنا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم پھر اس جگہ آئے اور اسمٰعیل کے ساتھ مل کر اس گھر کو پھر سے تعمیر کیا جو بیت اللہ کہلاتا ہے اور اس طرح اسمٰعیل کی قربانی سے دنیا کی زندگی کی بنیاد پڑی۔ عید الاضحیٰ اس موقعہ کی یادگار ہے۔ یعنی اس بکرے کی قربانی کے بدلہ میں نہیں جو اسمٰعیل کے بدلہ میں حضرت ابراہیم نے ذبح کیا۔ بلکہ خود

اسمٰعیل کی قربانی کی یاد میں

جو بیت اللہ کو آباد رکھنے کے لئے کی گئی اور اس میں کیا شک ہے کہ ابراہیم کا اسمٰعیل کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آنا اپنے ہاتھوں قتل کرنے کے مترادف تھا۔ بلکہ حقیقتاً اس سے بھی زیادہ کیونکہ قتل کرنے سے ایک منٹ میں جان نکل جاتی ہے۔ اور اس طرح اگر خدا تعالےٰ کا فضل نہ ہوتا تو انہوں نے سسک سسک کر جان دی ہوتی۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اسمٰعیل کے قتل کرنے کی رؤیا محض امتحان کے لئے تھی۔ کوئی حقیقت اس کے پیچھے پوشیدہ نہ تھی۔ جب حضرت ابراہیم اس کے لئے تیار ہو گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس سے منع کر دیا۔ حالانکہ یہ سمجھنا کہ اللہ تعالےٰ کوئی ایسا حکم دے گا۔ جو اپنی ذات میں برا تھا۔ اور جسے یعنی انسانی قربانی کو وہ روکنا چاہتا تھا۔ عقل اور اللہ تعالےٰ کی شان کے خلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ

اس رؤیا کی تعبیر

یہی تھی کہ ایک دن ابراہیم اسمٰعیل کو خدا تعالےٰ کے حکم سے ایسی جگہ ایسے حالات میں چھوڑ کر آئیں گے کہ جہاں ظاہری حالات کے مطابق ان کی موت یقینی ہو گی۔ لیکن اللہ تعالےٰ ان کی اس قربانی کو قبول کر کے ان کے لئے زندگی کے سامان پیدا کر دے گا۔ اور ان کے ذریعہ اس قدیم معبد کو جسے اللہ تعالےٰ دنیا کا آخری معبد بنانا چاہتا تھا آباد کرائے گا

اس رؤیا اور اس کی تعبیر سے اللہ تعالےٰ دنیا کو یہ سبق دینا چاہتا تھا کہ قربانی وہ نہیں جس میں انسان خود ہلاک ہو جائے جیسا کہ دوسری قوموں میں رواج تھا کہ خود مر جاتے یا اپنے عزیزوں کو ذبح کر دیتے تھے۔ بلکہ قربانی یہ ہے کہ انسان اس غرض سے اور اس طرح تکلیف اٹھائے کہ اس کا فائدہ دنیا کو پہنچے۔ خدا تعالےٰ کو یہ پسند نہیں کہ لوگ مریں بلکہ اسے یہ پسند ہے کہ لوگ زندہ ہوں۔ وہی قربانی اس کی نظر میں مقبول ہو سکتی ہے جو بنی نوع انسان کی زندگی کا موجب ہو۔ اسی اصل کو ہم بجا ذبح کر کے عید الاضحیٰ میں تازہ کرتے ہیں۔ حج ابراہیم کی اس دعا کو پورا کرنے کا نشان ہے کہ

"اے ہمارے رب لوگوں کے دلوں میں تحریک کر کہ وہ ان کی طرف مائل ہوں اور ان کے لئے تازہ بتازہ پھل مہیا کر۔"

حج کے دنوں میں اس وادی بے آب و گیاہ میں دنیا بھر کے لوگ جاتے ہیں۔ اور دنیا بھر کی نعمتیں جمع ہوتی ہیں۔ دوسرے سب دنیا کو اس خوشی میں کہ ابراہیم اور اسمٰعیل کی قربانی کو اللہ تعالےٰ نے کامل طور پر قبول کیا اور آج اس کا بدلہ ان کی اولاد کو مل رہا ہے اور آج تک اس قربانی کے ذریعہ خدا تعالےٰ کا گھر آباد ہے۔ دنیا قربانی کرتی ہے اور اس طرح گویا اسمٰعیل کے مقصد کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرتی اور اس سے اپنے اتفاق کو ظاہر کرتی ہے یہ سب کچھ ہے۔ لیکن کیا آج کل بھی مسلمان عید الاضحیٰ اسی قسم کے جذبات کے ساتھ مناتے ہیں کیا یہ دن ہمارے دلوں میں عظیم الشان قربانیوں کی یاد تازہ کرتے جاتا ہے یا عیاشی کے سمندر میں ایک اور غوطہ دینے کا موجب ہوتا ہے" (الفضل)

مذکورۃ الصدر ایمان افروز مضمون سنانے کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے فرمایا:۔

قربانی کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس قربانی کے قبول ہونے کیلئے بھی جد و جہد کی جانی چاہیئے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے کہ جب بھی دین کی خدمت کے لئے امام وقت کی طرف سے آواز دی جائے اور اس میں حصہ لینے کی ضرورت پیش آئے بہت جلد اس پر لبیک کہی جائے۔ آپ نے پنجگانہ نمازوں کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم میں نماز کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر کہ نماز انسان کو ہر قسم کے فحش اور بری باتوں سے روکتی ہے اسلئے اگر ایک شخص نماز میں بھی پڑھتا ہے مگر بری باتوں سے کنارہ کشی نہیں کرتا تو سمجھو کہ اس کی نمازوں میں کمی ہے۔ اسی طرح اگر قربانی کی جائے اور اس کی قبولیت کے لئے جد و جہد نہ کی جائے تو قربانی سے کیا حاصل۔ قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانیوں کے ذکر میں واضح کیا گیا ہے کہ قربانی کی قبولیت کیلئے تقویٰ کی شرط ضروری ہے۔ پس تقویٰ کے حصول کیلئے ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے اور اس طرح کی لگاتار عملی جد و جہد کے ساتھ کوئی مقصد و دل جانا چنداں مشکل نہیں۔

آخر پر آپ نے ایک پُر سوز اجتماعی دعا کرائی اور احباب جماعت کو مصافحہ و معانقہ کا شرف بخشا۔ دیگر دوست بھی باہم بغلگیر ہوئے اور عید مبارک دی۔ نماز سے فراغت کے بعد اکل انعام و دیگر کی طرف سے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے اور ان کا گوشت مقامی احباب و دیگر غیر مسلم مستحقین کو پہنچانے کا انتظام کیا گیا چنانچہ عید کے تینوں روز...

بروئے ترتیب ۲۷ و ۲۸ کو شامل ہوکر قربانیوں کا انتظام کیا گیا جن میں ۳ قربانیاں مقامی احباب کی طرف سے ذبح کی گئیں اور باقی بیرونجات کے احباب کی طرف سے ان کی خواہش پر قادیان میں ذبح کی گئیں۔ فالحمد للہ

جو فیضانِ الٰہی تمہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوا اسے خلافت کے ذریعہ ہمیشہ قائم رکھو

مسئلہ خلافت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت ایمان افروز اور روح پرور تقریر

فرمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

سات سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا دیکھا جس میں بتایا گیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صرف ۳۳ سال کے بعد ہی مسلمان خلافت سے کیوں محروم ہوگئے۔ اس عظیم الشان انکشاف پر حضور نے مناسب سمجھا کہ نوجوانانِ جماعت احمدیہ کو توجہ دلائیں کہ انہیں ہمیشہ کوشش کرنی چاہیئے کہ آئندہ وہ حالات کبھی پیدا نہ ہوں جن کی بناء پر مسلمان خلافتِ روحانی سے محروم ہو گئے تھے چنانچہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں حضور نے اس کے متعلق ایک نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی۔ یہ تقریر ابھی تک شائع نہیں ہوئی تھی۔ اب یومِ خلافت کی تقریب پر یہ تقریر صیغہ زود نویسی نے اپنی ذمہ داری پر الفضل میں شائع کی ہے امید ہے تقریر کو خود پڑھ کر دوسروں کو پڑھائیں اور خلافت احمدیہ کے قیام و استحکام کے لئے ہمیشہ اس جماعتی عہد کو یاد رکھیں۔ جو حضور ان سے بار بار لیتے رہے ہیں۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

میں کل تھوڑی دیر بولا تھا۔ لیکن گھر جاتے ہی

میری طبیعت خراب ہوگئی

اور سارا دن پسینے آتے رہے۔ آج بھی گلے میں تکلیف ہے۔ کھانسی آرہی ہے بخار ہے اور جسم ٹوٹ رہا ہے جس کی وجہ سے میں شاید کل جتنا بھی نہ بول سکوں۔ لیکن چونکہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع کا یہ آخری اجلاس ہے۔ اس لئے چند منٹ کے لئے یہاں آگیا ہوں۔ چند منٹ بات کرکے میں چلا جاؤں گا۔ اور اس کے بعد باقی پروگرام جاری رہے گا۔

انسان دنیا میں پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں کوئی انسان ایسا نہیں ہوا جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ لیکن

قومیں اگر چاہیں تو وہ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں

یہی امید دلانے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"

(یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶، ۱۷)

اس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ چونکہ ہر انسان کے لئے موت مقدر ہے اس لئے میں بھی تم سے ایک دن جدا ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر تم چاہو تو تم ابد تک زندہ رہ سکتے ہو۔ انسان اگر چاہے بھی تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن قومیں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ اور اگر وہ زندہ نہ رہنا چاہیں تو مر جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا کہ:۔

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں۔ اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

اس جگہ ہمیشہ کے یہی معنے ہیں کہ جب تک تم چاہو گے تم زندہ رہ سکو گے لیکن اگر تم سارے مل کر بھی چاہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ رہتے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے ہاں اگر تم یہ چاہو کہ قدرتِ ثانیہ تم میں زندہ رہے تو وہ زندہ رہ سکتی ہے۔

قدرتِ ثانیہ کے دو مظاہر

ہیں اوّل تائیدِ الٰہی اور دوم خلافت۔ اگر قوم چاہے اور اپنے آپکو مستحق بنائے۔ تو تائیدِ الٰہی بھی اس کے شاملِ حال رہ سکتی ہے اور خلافت بھی اس میں زندہ رہ سکتی ہے۔ خرابیاں ہمیشہ ذہنیت کے خراب ہونے سے پیدا ہوتی ہیں ذہنیت درست رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں تبدیلی نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنے دلوں میں تبدیلی پیدا نہ کرے۔ یہ کیا ایسی بات ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہو۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات کوئی نہیں سمجھ سکتا کوئی جاہل انسان بھی ایسا نہیں ہوگا جسے میں یہ بات بتاؤں اور وہ کہے کہ میں اسے نہیں سمجھ سکا۔ یا اگر ایک دفعہ سمجھانے پر نہ سمجھ سکے۔ تو دوبارہ سمجھانے پر بھی وہ کہے کہ میں نہیں سمجھا۔ لیکن اتنی سادہ سی بات بھی قومیں فراموش کر دیتی ہیں۔ انسان کا مرنا تو ضروری ہے اگر وہ مر جائے تو اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ لیکن قوم کے لئے مرنا ضروری نہیں۔ قومیں اگر چاہیں تو وہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ لیکن وہ

اپنی ہلاکت کے سامان

خود پیدا کر لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہ کو ایک ایسی تعلیم دی تھی۔ جس پر اگر ان کی آئندہ نسلیں عمل کرتیں تو ہمیشہ زندہ رہتیں۔ لیکن قوم نے عمل چھوڑ دیا اور وہ مر گئی۔ دنیا یہ سوال کرتی ہے۔ اور میرے سامنے بھی یہ سوال کئی دفعہ آیا ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی تھی جس میں ہر قسم کی سوشل تکالیف اور مشکلات کا علاج تھا۔ اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرکے بھی دکھا دیا تھا پھر وہ تعلیم گئی کہاں اور ۳۳ سال میں ہی وہ کیوں ختم ہوگئی۔ عیسائیوں کے پاس

مسلمانوں سے کم درجہ کی خلافت

تھی۔ لیکن ان میں اب تک پوپ چلا آرہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائیوں میں پوپ کے باغی بھی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت ایسی ہے۔ جو پوپ کو مانتی ہے۔ اور انہوں نے اس نظام سے فائدے بھی اٹھائے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں ۳۳ سال تک خلافت رہی۔ اور پھر ختم ہوگئی۔ اسلام کا سوشل نظام ۳۳ سال تک رہا۔ پھر ختم ہو گیا۔ نہ جمہوریت باقی رہی نہ غرباء پروری رہی نہ لوگوں کی تعلیم اور غذا اور لباس اور مکان کی ضروریات کا کوئی احساس رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے

کہ یہ ساری باتیں کیوں ختم ہوگئیں۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ مسلمانوں کی ذہنیت خراب ہوگئی تھی۔ اگر ان کی ذہنیت درست رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ نعمت ان کے ہاتھ سے چلی جاتی۔ پس تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو اور ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خلافت تم میں ہمیشہ رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہے اس لئے تا وہ کہہ سکے کہ میں نے اسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا۔ اگر تم چاہتے تو یہ چیز ہمیشہ تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم کر سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا کہ اگر تم لوگ خلافت کو قائم رکھنا چاہو گے تو میں بھی اسے قائم رکھوں گا۔ گویا اس نے تمہارے منہ سے کہلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ اب اگر تم اپنا منہ بند کر دو یا خلافت کے انتخاب میں اہلیت مدِ نظر نہ رکھو۔ مثلاً تم ایسے شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لو جو خلافت کے قابل نہیں۔ تو تم یقیناً اس نعمت کو کھو بیٹھو گے

مجھے اس طرف زیادہ تحریک اس وجہ سے ہوئی کہ آج رات دو بجے کے قریب

میں نے ایک رؤیا میں دیکھا

کہ پنسل کے لکھے ہوئے کچھ نوٹ ہیں جو کسی مصنف یا مورخ کے ہیں۔ اور انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں پنسل بھی Blue یا Copying رنگ کی ہے نوٹ صاف طور پر نہیں پڑھے جاتے۔ اور جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نوٹوں میں یہ بحث کی گئی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان اتنی جلدی کیوں خراب ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشان احسانات ان پر تھے اعلیٰ تمدن اور بہترین اقتصادی تعلیم انہیں دی گئی تھی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرکے بھی دکھا دیا تھا۔ ..

پھر بھی وہ گر گئے اور ان کی حالت خراب ہو گئی۔ یہ نوٹ انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن

عجیب بات یہ ہے

کہ جو انگریزی میں لکھی ہوئی تھی وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو نہیں لکھی تھی بلکہ دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھی ہوئی تھی لیکن پھر بھی اسے پڑھ رہا تھا گو وہ خواب سی لکھی ہوئی تھی اور الفاظ واضح نہیں تھے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ پڑھ لیتا تھا۔ اس میں سے ایک فقرہ کے الفاظ قریباً یہ تھے کہ

There were two reasons for it, there Temperment beco-ming (1) morbid and (2) Anarchical

یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں پر کیوں تباہی آئی۔ اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ خرابی جو مسلمانوں میں پیدا ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی طبائع میں

دو قسم کی خرابیاں

پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ مار بڈ (morbid) ہو گئے تھے۔ یعنی ان نیچرل (unnatural) اور ناخوشگوار ہو گئے تھے اور دوسرے ان کی ٹنڈ نسیز (tendancies) انارکیکل (Anarchical) ہو گئی تھیں۔ میں نے سوچا کہ واقعی یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ مسلمانوں نے یہ تباہی خود اپنے ہاتھوں مول لی تھی۔ مار بڈ (morbid) کے لحاظ سے یہ تباہی اس لئے واقع ہوئی کہ جو ترقیات انہیں ملیں وہ اسلام کی خاطر ملی تھیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملی تھیں۔ ان کی ذاتی کمائی نہیں تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے اور مکہ والوں کی ایسی حالت تھی کہ لوگوں میں انہیں کوئی عزت حاصل نہ تھی۔ لوگ صرف مجاور سمجھ کر ادب کیا کرتے تھے۔ اور جب وہ غیر قوموں میں جاتے تھے وہ بھی ان کی مجاور یا زیادہ سے زیادہ تاجر سمجھ کر عزت کرتی تھیں۔ وہ انہیں کوئی حکومت قرار نہیں دیتی تھیں اور پھر ان کی حیثیت اتنی کم سمجھی جاتی تھی کہ دوسری حکومتیں ان سے جبراً ٹیکس وصول کرنا جائز سمجھتی تھیں۔ جیسے یمن کے بادشاہ نے مکہ پر حملہ کیا جس کا قرآن کریم نے اصحاب فیل کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو تیرہ سال تک آپ مکہ میں رہے۔ اس عرصہ میں چند سو آدمی آپ پر ایمان لائے۔ ۱۳ سال کے بعد آپ نے ہجرت کی۔ اور

ہجرت کے آٹھویں سال سارا عرب

ایک نظام کے ماتحت آ گیا۔ اور اس کے بعد اُسے ایک ایسی طاقت اور قوت حاصل ہو گئی کہ اس سے بڑی بڑی حکومتیں ڈرنے لگیں۔ اس وقت دنیا حکومت کے لحاظ سے دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔ اوّل۔ رومی سلطنت۔ دوم۔ ایرانی سلطنت رومی سلطنت کے ماتحت مشرقی یورپ۔ ٹرکی ایشیا سینیا یونان۔ مصر۔ شام اور اناطولیہ تھا اور ایرانی سلطنت کے ماتحت عراق۔ ایران رشین ٹری ٹوری کے بہت سے علاقے افغانستان۔ ہندوستان کے بعض علاقے اور چین کے بعض علاقے تھے۔ اس وقت یہی دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ان کے سامنے عرب کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ لیکن ہجرت کے آٹھویں سال بعد سارا عرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو گیا۔ اس کے بعد جب سرحد پر عیسائی قبائل نے شرارت کی۔ تو پہلے آپ خود وہاں تشریف لے گئے سالی وجہ سے کچھ دیر کے لئے فتنہ مٹ گیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد قبائل نے پھر شرارت شروع کی۔ تو آپ نے ان کی سرکوبی کے لئے لشکر بھجوایا۔ اس لشکر نے بہت سے قبائل کو سرزنش کی۔ اور بہتوں کو معاہدہ سے تابع کیا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد اڑھائی سال کے عرصہ میں

سارا عرب اسلامی حکومت کے ماتحت آ گیا

بلکہ یہ حکومت عرب سے نکل کر دوسرے علاقوں میں پھیلنی شروع ہوئی۔ فتح مکہ کے پانچ سال بعد ایرانی حکومت پر حملہ ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعض علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا گیا تھا۔ اور چند سالوں میں رومی سلطنت اور دوسری سب حکومتیں تباہ ہو گئی تھیں۔ اتنی بڑی فتح اور اتنے عظیم الشان تغیر کی مثال تاریخ میں اور کہیں نہیں ملتی۔ تاریخ میں صرف نپولین کی ایک مثال ملتی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی۔ جو تعداد اور قوت میں اس سے زیادہ ہو۔ جرمن کا ملک تھا مگر وہ اس وقت ۱۴ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ اس طرح اس کی تمام طاقت منتشر تھی۔ ایک مشہور مارگیز پریذیڈنٹ سے کسی نے پوچھا کہ جرمنی کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ تو اس نے کہا ایک شیر ہے۔ دو تین لومڑ ہیں اور کچھ چوہے ہیں۔ شیر سے مراد رشیا تھا لومڑ سے مراد دوسری حکومتیں اور چوہوں سے مراد جرمن تھے۔ گویا جرمن اس وقت ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ روس ایک بڑی طاقت تھی۔ مگر وہ روس کے ساتھ ٹکرایا۔ اور وہاں سے ناکام واپس لوٹا۔ اس طرح انگلستان کو بھی فتح نہ کر سکا اور انجام اس کا یہ ہوا کہ وہ قید ہو گیا پھر دوسرا بڑا شخص ہٹلر آیا۔ بلکہ دو بڑے آدمی دو ملکوں میں ہوئے۔ ہٹلر اور مسولینی دونوں نے بے شک ترقیات حاصل کیں۔ لیکن دونوں کا انجام شکست ہوا۔ مسلمانوں میں سے جس نے عظیم بڑی حکومت حاصل کی۔ وہ تیمور تھا۔ اس کی بھی یہی حالت تھی۔ بے شک وہ دنیا کے کناروں تک گیا۔ لیکن وہ اپنے مقصد کو کہ ساری دنیا فتح کرے پورا نہ کر سکا۔ مثلاً وہ چین کو تابع کرنا چاہتا تھا لیکن تابع نہ کر سکا۔ اور جب وہ مرنے لگا۔ تو اس نے کہا میرے سامنے انسانوں کی ہڈیوں کے ڈھیر ہیں جو مجھے ملامت کر رہے ہیں۔ مگر صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی آدم سے لے کر اب تک ایسے گذرے ہیں جنہوں نے فرد واحد سے ترقی کی تھوڑے سے عرصہ میں ہی سارے عرب کو تابع فرمان کر لیا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک خلیفہ نے ایک بہت بڑی حکومت کو توڑ دیا۔ اور باقی علاقے آپ کے دوسرے خلیفہ نے فتح کر لئے۔

یہ تغیر جو واقع ہوا

خدائی تھا۔ کسی انسان کا کام نہیں تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مکہ میں پہونچی تو ایک مجلس میں حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی بیٹھے تھے جب پیغامبر نے کہا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو سب لوگوں پر غم کی کیفیت طاری ہو گئی اور سب نے یہی سمجھا۔ کہ اب کیا ہوگا۔ پیغامبر نے کہا۔ آپ کی وفات کے بعد خلافت قائم ہو گئی ہے۔ اور ایک شخص کو خلیفہ بنا لیا گیا ہے انہوں نے دریافت کیا کہ کون خلیفہ مقرر ہوا ہے۔ پیغامبر نے کہا۔ ابوبکرؓ۔ قحافہ نے۔ حیران ہو کر پوچھا۔ کون ابوبکرؓ کیونکہ وہ اپنے خاندان کی حیثیت کو سمجھتے تھے اور اس حیثیت کے لحاظ سے وہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کہ ان کے بیٹے کو سارا عرب بادشاہ تسلیم کرے گا۔ پیغامبر نے کہا ابوبکر جو فلاں قبیلہ سے ہے۔ ابو قحافہ نے کہا۔ وہ کس خاندان سے ہے پیغامبر نے کہا۔ فلاں خاندان سے۔ اس پر ابو قحافہ نے دوبارہ دریافت کیا۔ وہ کس کا بیٹا ہے۔ پیغامبر نے کہا۔ ابو قحافہ کا بیٹا۔ اس پر ابو قحافہ نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور کہا۔ آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی تھے۔ ابو قحافہ پہلے صرف نام کے طور پر مسلمان تھے۔ لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے سچے دل سے سمجھ لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں راستباز تھے۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی خاندانی حیثیت ایسی نہ تھی۔ کہ سارے عرب آپ کو مان لیتے یہ الٰہی دین تھی مگر بعد میں

مسلمانوں کی ذہنیت ایسی بگڑی

کہ انہوں نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ یہ فتوحات ہم نے اپنی طاقت سے حاصل کی ہیں کسی نے کہنا شروع کیا کہ عرب کی اصل طاقت بنو امیہ ہیں۔ اس لئے خلافت کا حق ان کا ہے۔ کسی نے کہا بنو ہاشم عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا بنو مطلب عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا خلافت کے زیادہ حقدار انصار ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ گویا تھوڑے ہی سالوں میں مار بڈ (morbid) ہو گئے۔ اور ان کے دماغ بگڑ گئے۔ ان میں سے ہر قبیلے نے یہ کوشش کی کہ وہ خلافت کو بزور حاصل کرے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خلافت ختم ہو گئی۔ پھر مسلمانوں کے بگڑنے کا دوسرا سبب انارکی تھی۔ اسلام نے سب میں مساوات کی روح پیدا کی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے یہ نہ سمجھا کہ مساوات پیدا کرنے کے معنے یہ ہیں کہ ایک آرگنائیزیشن ہو۔ اس کے بغیر مساوات قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام آیا ہی اس لئے تھا کہ وہ ایک آرگنائیزیشن اور ڈسپلن قائم کرے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی۔ کہ یہ ڈسپلن ظالمانہ نہ ہو۔ اور افراد اپنے نفسوں کو دبا کر رکھیں۔ تا کہ قوم جیتے۔ لیکن چند ہی سال میں مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ خدا نے ہمارے ہیں۔ اور اگر حکام نے ان کے راستہ میں کوئی روک ڈالی۔ تو انہوں نے انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔

یہ وہ روح تھی

جس نے مسلمانوں کو خراب کیا۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ حکومت الٰہیہ ہے اور اسے خدا تعالےٰ نے قائم کیا ہے اس لئے اسے خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا جائے۔ تو بہتر ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سورہ نور میں فرمایا ہے۔ کہ خلیفہ ہم بنائیں گے۔ لیکن مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ خلیفے ہم نے بنائے ہیں۔ اور جب انہوں نے یہ سمجھا کہ خلیفے ہم بناتے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ نے کہا۔ اچھا اگر خلیفے تم نے بنائے ہیں تو اب تم ہی بناؤ۔ چنانچہ ایک وقت تک تو وہ پہلوں کا اثر

تربیتِ اولاد کے متعلق حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقِ عمل

(از افادات حضرت سید محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

(۲)

جب بچہ باتیں کرنا سیکھتا ہے

اسی طرح بہت سے ماں باپ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے بچے کے منہ سے کیا کلمات نکلتے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ جلدی بولنا سیکھے۔ چنانچہ ہر طبقہ کے بہت سے والدین اپنے بچہ کو توتلی زبان میں دوسروں کو گالیاں دیتے سنکر بھی خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ تحریک کرتے ہیں کہ وہ یہ فعل کریں تاکہ مجلس میں ہنسی اور خوشی کی ایک لہر پیدا ہو۔ مگر یہ خود اپنے ہاتھ سے بچہ کو تباہ کرنا ہے عقلمند شخص وہ ہے جو یہ سمجھے کہ بچے نے زبان سیکھ کر بولنا تو ہر حال ہے۔ پھر خود ہی کیوں نہ اسے ایسی باتیں سکھائی جائیں جو اچھی اور نصیحتوں پر مبنی ہوں۔ حضرت امام حسنؓ سے منقول ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک فقرہ حفظ کرایا تھا جو ابھی تک یاد ہے۔ اور وہ یہ ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک یعنی چھوڑ دے یہ بات جو شبہ والی ہو اور اختیار کر وہ بات جو شبہ سے پاک ہو۔

دیکھو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا صحیح طریق اختیار فرمایا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کا نواسہ بولنے لگ گیا ہے۔ اگر اچھے کلمات نہ سکھائے تو بُری باتیں یا فضول فقرے منہ سے نکالے گا۔ اس لئے آپ نے مختصر اور چھوٹا سا جملہ یاد کرا دیا۔ جو آئندہ کے لئے حضرت امام حسنؓ کے ہمیشہ کام آیا۔ اسی طرح آپ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو دعائیں سکھاتے تھے۔

بچوں سے پیار

پھر جس طرح بچوں کے اخلاق کی نگرانی کرنے اور ان کو برائیوں سے روکنے کے لئے تنبیہہ کی ضرورت ہے اسی طرح ان سے پیار کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جو شخص بچے سے پیار نہیں کرتا بچے کو بھی اس سے انس پیدا نہیں ہوتا اور جب تک انس نہ ہو بچہ پر کبھی اس کی باتوں کا اثر نہ ہوگا۔ اس لئے جو باپ نہایت بدمزاج ہو۔ اپنے بچوں سے پیار نہ کرتا ہو بلکہ ہر وقت ان سے سختی سے پیش آتا ہو وہ بچوں کی نظر میں ایک ہوّا ہوتا ہے۔ اور کبھی بھی وہ بچوں کی صحیح تربیت نہیں کر سکتا۔ اس لئے بچوں سے نرمی اور لطف سے پیش آنے کے علاوہ پیار محبت سے بھی پیش آنا نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بچوں کو پیار کرتے تھے۔ ان کو گودی میں اُٹھا لیتے تھے۔ ان کا دل بہلاتے تھے۔ حالانکہ اس وقت کے جاہل عربوں کے نزدیک یہ امر وقار کے خلاف تھا۔

ایک شخص نے آپؐ سے اپنے نواسہ سے پیار کرتے ہوئے دیکھ کر کہا یا رسول اللہ میرے دس لڑکے ہیں۔ مگر میں نے کبھی انہیں پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تیرے دل سے اللہ شفقت نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اس فقرے سے معلوم ہوا کہ پیار ایک طبعی امر ہے اور جو اپنے بچوں کو پیار نہیں کرتا وہ صاحبِ وقار نہیں بلکہ قسی القلب ہے۔ آپؐ سجدہ کی حالت میں ہوتے اور آپؐ کا کوئی بچہ آپؐ کی پشت پر سوار ہو جاتا تو آپؐ توقف فرماتے اور جب وہ اُتر جاتا تو سجدہ سے سر اُٹھاتے۔ آپؐ نے ایک دفعہ اپنی نواسی امامہؓ کو گود میں لے کر نماز پڑھی۔ جب سجدہ میں جاتے تو اسے اتار کر بٹھا دیتے۔ پھر اُٹھتے تو اٹھا لیتے۔ آپؐ سفر میں ہوتے تو اپنے چھوٹے رشتہ دار بچوں کو اپنے ساتھ باری باری سوار کرتے۔ غرض بچوں سے صرف تنبیہہ اور اصلاح ہی کا معاملہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تو یتیم خانہ کے کارکن بھی کرنا جانتے ہیں۔ بلکہ پیار اور محبت بھی ضروری امر ہے۔ کیونکہ ایک یتیم اور غیر یتیم میں یہی فرق ہے کہ یتیم کی تربیت اور اصلاح اور نصیحت کے لئے ساری دنیا موجود ہے مگر ہائے افسوس کہ کوئی ایسا نہیں جو اسے گود میں اُٹھا کر اپنے سینہ سے چمٹا سکے۔ یہ ایک فطری معاملہ ہے میں نے دیکھا ہے کہ بچے کو کھانے کو دو۔ کپڑے پہناؤ۔ اس کی فرمائش پوری کرو۔ اسے کھلونے لے دو۔ اور سب کچھ کرو۔ بے شک خوش ہوگا۔ مگر جب اسے گود میں اُٹھا کر پیار کرو تو پھر دیکھو وہ کس فخریہ حالت میں ہوگا اس وقت بچہ اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہے۔ اس فعل سے بچوں کی خوشی ان کی صحت۔ ان کے قویٰ۔ ان کے جذبات میں ایک نمایاں ترقی ہوتی ہے۔ بچوں پر پیار وہی اثر کرتا ہے جو کھیتی سے پانی۔

بچوں کی توقیر

بعض لوگ یہ سمجھ کر کہ ہم باپ ہیں بچہ کو جو بھی برا بھلا کہیں جائز ہے۔ اسے چون وچرا نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ سب غلط ہے۔ سعادت مند بیٹے تم نے ایسا ہی کرتے دیکھے ہیں۔ مگر والدین کو خود ان کی عزت کا خیال کرنا چاہیئے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اکرموا اولادکم یعنی اے لوگو اپنے بچوں سے عزت سے پیش آیا کرو۔ بعض نوجوان صرف اس لئے باپ کا مقابلہ کرتے اور نافرمان بن کر دین و دنیا کی تباہی خرید لیتے ہیں کہ باپ اپنے باپ ہونے کے زعم میں ان سے بات چیت میں وہ سلوک کرتے ہیں جس کو بچے اپنے دوستوں کی نگاہ میں اپنے لئے باعثِ ذلت سمجھتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب اپنے گھر سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تشریف لے جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ملتے اور اپنی جگہ انہیں بٹھاتے اپنا تکیہ ان کو دیتے۔ کیا اس سے بڑھ کر اولاد کی عزت کی کوئی مثال ہے۔

بے جا حمایت سے پرہیز

پھر جب بچے ذرا بڑے ہوتے ہیں اور کوئی بے عنوانی ان سے سرزد ہو اور لوگ ان کے ماں باپ کو اس کی رپورٹ کریں تو عموماً لوگ بجائے اپنی اولاد کو سمجھانے یا ملامت کرنے کے شکایت کرنے والوں سے لڑنے جھگڑنے لگتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کی طرف سے غلط ڈیفنس پیش کرتے ہیں جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں نکلتا کہ ان کی اولاد اور زیادہ بگڑتی ہے۔ چونکہ بچے دیکھتے ہیں کہ ہم لڑائی اور شرارت کر کے آئے مگر بجائے ملامت کرنے کے ماں باپ نے ہماری حمایت کی۔ اس لئے عقلمند شخص وہ ہے جو کبھی اپنی اولاد کی ناجائز حمایت نہ کرے۔ بلکہ اگر ثابت ہو جائے کہ واقعہ میں اس کے بچہ کا قصور ہے تو ضرور اسے سزا سے یاد دلائے تاکہ آئندہ کے لئے اصلاح ہو۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے چوری کی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا وہ معزز خاندان کی عورت تھی۔ اس کی برادری کے لوگ سفارش لے کر پہنچے۔ آپؐ نے سفارش کرنے والوں سے فرمایا۔ لو سرقت فاطمة لقطعت یدھا یعنی اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کی رعایت نہ کرتا۔ بلکہ اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

بچے کے مرنے پر جزع فزع

یہ تو محبت کے تعلقات اور محبت کی باتیں تھیں۔ اب افسوس اور رنج کا حال بھی سنو۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کا کوئی بچہ فوت ہو جائے تو وہ صبر نہیں کرتے۔ اور جزع فزع جو شریعت کے رو سے حرام ہے۔ اس کے مرتکب ہوتے ہیں حالانکہ دل خدا کے خلاف غیظ و غضب سے پُر ہوتا ہے۔ ان کی زبان شکوہ کا ایک کھلا ہوا دفتر ہوتی ہے۔ اور ان کی حرکات خدا کو ایک چیلنج دیتی ہیں۔ مگر کیا یہ طریق عمل اس مالک الملک کے حق میں ایک عاجز بندہ کے لئے مناسب ہے نہیں اور ہرگز نہیں۔ بے شک اس کا لختِ جگر اس سے چھین لیا گیا۔ اس کا دل اس کے سینہ کے اندر سے پکڑ کر باہر نکال لیا گیا۔ مگر غور تو کرو کس نے ایسا کیا۔ اسی نے جس نے وہ عطا کیا تھا۔ اگر حقیقت یہی ہے تو پھر شکوہ کیسا۔

بااصل ضبطِ نفس

یہ تو دنیا کے ایک بہت بڑے طبقہ کی حالت ہے۔ لیکن برخلاف اس کے بعض جھوٹے وقار اور باطل ضبطِ نفس والے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ بچوں کے مرنے پر لوگوں کے سامنے رنج کا اظہار یا آنکھ کے آنسو اپنے لئے باعثِ توہین و بزدلی سمجھتے ہیں۔ مگر کیا یہ سخت دلی نہیں؟ ہے اور یقیناً ہے۔ آؤ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں۔ آپ کے بچے آپؐ کے سامنے فوت ہوئے جوان بھی چھوٹے بھی لڑکیاں بھی لڑکے بھی مگر جو نمونہ آپؐ نے دکھایا وہ نہایت بے نظیر اور یقیناً قابل تقلید ہے۔ آپؐ کا صاحبزادہ ابراہیم جب فوت ہوا۔ تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبد الرحمٰن ابن عوف نے کہا۔ یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا عوف کے بیٹے یہ ایک رحمت ہے جو خدا نے بندوں کے دل میں رکھی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل تیرے فراق سے اے ابراہیم غمگین ہے۔ پھر ہم یہی زبان سے کہتے مگر وہی بات جو ہمارے رب کی رضامندی کا باعث ہو۔

سبحان اللہ کیا صبر ہے ہمارے سید و مولیٰ کا کہ آپؐ کا بڑھاپے میں بلکہ کہولت میں بیٹا فوت ہوتا ہے۔ مگر زبان شکوہ سے خالی حرکات جزع فزع سے پاک دل باوجود غمگین ہونے کے خدا تعالیٰ کی رضا سے پُر ہے۔ آپؐ کی ایک بیاہی ہوئی بیٹی فوت ہوئی۔ آپؐ نے کمال صبر و تحمل سے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اور جب جنازہ قبر میں اتارا گیا۔ تو آپؐ کے آنسو بہنے لگے۔ غرض جو صبر کا نمونہ آپؐ نے دکھایا وہ ایک بے نظیر نمونہ ہے۔ جو نہ دل کی سختی پر اور نہ خدا کے شکوہ پر مبنی ہے بلکہ عین فطرت صحیحہ اور تعلق باللہ پر دلالت

کرتا ہے۔

بعض متفرق باتیں

اولاد کے معاملہ میں بعض متفرق باتیں بھی ہیں۔ مثلاً اولاد میں جفاکشی۔ ایثار اور احسان کا جذبہ پیدا کرنا بھی والدین کا فرض ہے۔ اگر بچے کی ہر بات میں فرمائش پوری کر دی جائے۔ تو یقیناً ایسا بچہ بڑا ہو کر خود غرض اور آرام طلب ہوگا۔ وہ ایثار کا نمونہ نہ دکھا سکے گا نہ وہ جذبات کے روکنے کے موقعہ پر اپنے جذبات پر قابو رکھ سکے گا۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کا بہت خیال رکھا ہے۔ مثلاً ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا مجھے چکی پیسنے۔ کنوئیں میں سے پانی لانے اور گھر کے دوسرے بہت سے کام کرنے کیوجہ سے بہت تکلیف ہے حتیٰ کہ میرے ہاتھوں میں چھالے بھی پڑ جاتے ہیں مجھے کوئی لونڈی یا کوئی غلام عنایت کیا جائے۔ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کی یہ درخواست حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سنی تو رات کو حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور ان کو مشقت اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنے کے لئے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات سکھاؤں جو لونڈی اور غلام سے مستغنی کر دے۔ اور فرمایا ہر نماز کے بعد ۳۳-۳۳-۳۴ بار سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ کیا کوئی بادشاہ آج ہے جو اپنی اولاد میں ایثار اور جفاکشی کی یہ روح پیدا کرتا ہو۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ معاذ اللہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ کی امداد سے مضائقہ تھا۔ کیونکہ آپؐ نے صفا پر چڑھ کر جو مکہ والوں کے لئے ایک اعلان عام کیا تھا۔ اس میں ... اپنی بیٹی فاطمہؓ کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا تھا۔ سلیني من مالي ما شئت یعنی جب تجھے ضرورت پڑے تو جتنا بھی مال میرا ہوگا تو مانگے گی تو میں تجھے دوں گا۔ اسی طرح آپؐ ہی کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ یہ اعلیٰ قانون شائع کیا گیا کہ آپؐ کی اولاد پر صدقہ اور زکوٰۃ حرام ہے۔ تاکہ وہ خود کما کر کھائے

اسی طرح اکثر والدین اولاد کی ظاہری خوشی ہی سمجھتے ہیں۔ خواہ ان کی روحانی اور اخلاقی حالت کیسی ہی ہو۔ مگر آپؐ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ یعنی الٰہی میری اولاد کو گذارے کے قابل رزق دیجیو۔ کہ نہ تو وہ کسی کی محتاج ہو اور نہ روپیہ کی افراط سے دنیا کے عیش و عشرت میں مبتلا ہو جائے۔ اسی طرح بعض لوگ اولاد کی خاطر دوسروں پر ظلم کرتے اور ناحق لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اگر کوئی شخص خواہ تعلیمت کے طور پر کسی کے بچے کو تھپڑ مارے وہ اسے قتل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور یہ جذبہ بھی بہیمی اور حیوانی ہے۔ مگر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینبؓ کو ہجرت کرتے ہوئے دوران سفر میں ابن ہبیرہ نے پتھروں سے زخمی کیا جس کے نتیجہ میں اسقاط ہوا اور اس اسقاط سے ان کی وفات ہو گئی دیکھو کیسا ظلم عظیم ہے کہ ۱۳۰۰ برس سے زیادہ عرصہ اس پر گذر گیا۔ مگر ہر دفعہ جب یہ واقعہ کوئی پڑھتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے قیاس کر لیا حال ہوا ہوگا رقیق القلب باپ کا اس نے یہ حادثہ سنا ہوگا۔ اور جب اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی پیاری بیٹی نے دم توڑا ہوگا۔ مگر قربان جایئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ فتح مکہ کے بعد جب ابن ہبیرہ مسلمان ہو کر سامنے آیا۔ تو آپؐ نے اسے معاف کر دیا۔ کیوں؟ کیا اس لئے کہ یہ جرم قابل پرسش نہ تھا؟ یا اس لئے کہ ابن ہبیرہ کے قتل پر آپؐ قادر نہ تھے؟ یا اس لئے کہ زینبؓ سے آپؐ کو محبت نہ تھی؟ نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ آپؐ کا یہ ارشاد تھا کہ الاسلام یھدم ما قبلہ۔ یعنی اسلام لانے سے پہلے کے تمام جرم اسلام مٹا دیتا ہے۔ پس اس صداقت اور اس سچے اور پاکیزہ اصل نے آپؐ کے جذبہ محبت کو دبا دیا۔ اور باوجود ملک عرب کے بادشاہ ہونے کے اپنے لخت جگر کے قاتل کو آپؐ نے معاف کر دیا۔

پھر دیکھو کہ آدم سے لیکر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دنیا میں یہ دستور تھا کہ بادشاہ کی وفات پر اس کا بیٹا تخت نشین ہوتا۔ بلکہ اب بھی دنیا کے اکثر ممالک میں یہی دستور ہے۔ لیکن کیا یہ دستور بہتر ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ لائق ہو مگر بیٹا نالائق اور ناقابل ہو۔ لیکن اولاد کی محبت نے دنیا کو اندھا کر دیا ہے۔ اس لئے بادشاہ کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ ہوا کرتا تھا صرف دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سب سے پہلے بادشاہ ہیں کہ آپؐ نے اس بد رسم کو ترک کر دیا۔ آپؐ کے بیٹوں کی طرح پیارے نواسے موجود تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا داماد موجود تھا۔ مگر بادشاہ کون ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہ جن کے باپ کو سنکر یقین نہ آیا تھا کہ ان کے بیٹے کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لوگ بادشاہ تسلیم کر چکے ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے متعلق جو عمل کیا۔ وہ ہمارے لئے واجب العمل ہے اور اس پر عمل کرنے سے ہماری اولاد کی زندگی درست اور ان کے اخلاق اعلیٰ ہو سکتے ہیں۔ اس امر کا زبردست عملی ثبوت یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا یہ نتیجہ تھا۔ آپؐ کی بیٹی سیدۃ النساء اور نواسے امام حسنؓ اور حسینؓ سیدا شباب الجنۃ ہوئے

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین۔

یورپ میں مذہب کا مستقبل

(از مکرم مولوی یحییٰ فضلی صاحب واقف زندگی مبلغ اسلام مقیم ہمبرگ (جرمنی))

(۲)

کیونکہ اول تو کسی دوسرے مذہب کی طرف سے ماضی میں کوئی ایسی منظم کوشش نہیں کی گئی۔ جو یورپ کو عیسائیت کے چنگل سے نجات دلا سکتی۔ دوسرے عیسائی پادریوں نے اسلام کی دلکش اور فطری تعلیم کو دیکھ کر بھانپ لیا تھا کہ یہ مذہب، انسانی عقول کو جذب کرنے کی ساری خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے اگر اسے یہاں داخل ہونے دیا گیا تو عیسائیت کے لئے کوئی ٹھکانا نہ ہوگا چنانچہ اسلام سے لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے ایسی ایسی بے سروپا باتیں اسلامی عقائد اور مسلمانوں کے بارہ میں مشہور کی گئیں کہ انہیں سنکر واقعی کوئی عقلمند اسلام کی طرف رخ نہیں کر سکتا۔ ان غلط باتوں کی تردید کے لئے کوئی موجود نہ تھا۔ اس لئے اسلام کو لوگ بے معنی سمجھنے لگے۔ اب لے دے کے ایک عیسائیت میدان میں تھی۔ جب تک تو عوام پر چرچ کا ڈر اور رعب قائم تھا کسی کو مجال انکار نہ تھی۔ لیکن جب نئی تعلیم نے نوجوانوں کو روشنی بخشی۔ اور سائنس کی تحقیقات زوروں پر ہوئی۔ تو عیسائیت کے غیر معقول عقائد سے لوگ متنفر ہونا شروع ہوئے۔ اور چونکہ مذہب کا نمائندہ یہی ایک عجائبات کا پلندہ تھا۔ اس لئے لوگ عیسائیت کے ساتھ ساتھ مذہب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور انہوں نے جانا کہ اگر سب سے بہتر مذہب کا یہ حال ہے تو دوسرے کس کام کے ہوں گے۔

مسیحی عقائد کے علاوہ مذہب سے بیزاری کا سبب ایک حد تک خود عیسائی پادری بھی بنے ہیں۔ اور ان کی ہوا و ہوس اور بد سلوکیوں نے مذہب سے نفرت دلانے میں بہت بڑا حصہ لیا۔ مثلاً گذشتہ جنگ عظیم کو ہی لے لیجئے۔ یہاں جرمنی میں ریڈ کراس کی طرف سے گرجاؤں کو ضروری امدادی سامان تقسیم کرنے کے لئے مہیا کیا جاتا تھا۔ لیکن مذہب کے ان ٹھیکیداروں نے اس سامان کی تقسیم میں بھی خویش و اقارب کو اولین نمبر پر رکھا۔ اور اگر ان سے کچھ بچا تو وہ مرحمت کر دیا۔ محض اس ایک بات نے ہزاروں ہزار جرمن عیسائیت سے متنفر کر دیئے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر مذہب یہی کچھ سکھاتا ہے تو ہم اس سے باز آئے۔ چرچ سے بے رغبتی کا چرچ کی آمد پر اس قدر اثر ہوا کہ حکومت کو چرچ کے لئے ٹیکس لگانے پڑے تا اگر لوگ گرجاؤں میں نہ بھی جائیں تو ان کے گرجاؤں کے لئے رقم وصول ہوتی رہے۔

میرے نزدیک گذشتہ نصف صدی کے واقعات نے بھی لوگوں کو مذہب سے دور رکھا ہے۔ کیونکہ ان جنگوں کے باعث لوگ کسی قدر جذباتی رنگ میں سوچنے لگ گئے ہیں۔ مثلاً ایک عورت جس کا خاوند دوسری جنگ عظیم میں مارا گیا تھا۔ اس نے آنسوؤں سے بھرے اور روندھے ہوئے گلے سے مجھے کہا۔

"میرا خاوند ننھے ننھے بچے چھوڑ کر کیوں مر گیا۔ کیا اس وقت خدا دیکھ نہیں رہا تھا کہ اس کے ذرا ذرا سے بچے ہیں اور بے سہارا بیوی ہے ان کا محافظ کون ہوگا۔ اگر کوئی خدا ہے تو اس وقت کہاں تھا۔ اس نے میرے خاوند کی جان کیوں نہ بچائی"

اور ایسے ہی ہزاروں جرمن جو عیسائیت سے متنفر تھے خدا کو بھی جواب دے بیٹھے

کیونکہ یہ امر ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ کسی قوم کی زیادتیوں کی سزا آخری قوم کے افراد کو ملتی ہے۔

فرائڈ اور اس کے مدرسۂ خیال نے ایک ایسے وقت میں جنم لیا کہ جب عوام عیسائیت سے دوری اختیار کر رہے تھے۔ ایک تو اپنے لئے بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی۔ اور دوسرے مذہب کی بنیاد پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کی۔ اس موقع پر عیسائیت نے ایسا طرز عمل اختیار کیا کہ اس سے فرائڈی خیالات کی تردید کی بجائے تائید شروع ہو گئی۔ چنانچہ اس امر کا احساس بشپ یائیک کو بھی ہے (ٹائمز کے مقالہ کا حوالہ دیا گیا ہے) اور اس کا ذکر انہوں نے مقالہ میں کیا ہے۔

عیسائیت نے گزشتہ صدیوں میں اتنے چولے بدلے ہیں کہ گہری نظر رکھنے والوں نے اس موم کی ناک یا مرغ باد نما کی ان قلابازیوں سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ حقیقت معلوم شد۔ وہ مذہب جس کے بانی نے قیصر کا حصہ قیصر کو اور چرچ کا حصہ چرچ کو دینے کا حکم دیا تھا اور اس نے صدیوں تک حکومت اور نوآبادیاتی طاقتوں کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلائی اور مذہب اور سیاست کو خلط ملط کرتے کرتے اس مقام تک پہونچے کہ آج ایک طرف بشپ مکاریس سیاست کے داؤ پیچ کھیل رہا ہے تو دوسری طرف جوہانس برگ کا بشپ بیان پر بیان جاری کر رہا ہے۔ گزشتہ دنوں بی بی سی کے مذہبی امور کے ایڈیٹر نے تبصرہ کے دوران کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایک واضح حکم کی موجودگی میں چرچ کیوں سیاست کے پھٹے میں ٹانگ اڑاتا ہے۔

دوسری طرف تعدد ازدواج کا مسئلہ لیجئے۔ یا تو اتنی کھلی اجازت تھی کہ سینکڑوں تک بیویاں رکھنے کی اجازت تھی۔ اور اسرائیلی نبیوں کی بیویوں کی تعداد آج بھی بائیبل میں درج ہے۔ اور یا پھر اتنے سختی پر اتر آئے کہ تعدد ازدواج کا نام تک سننا گوارا نہیں۔ ذرا گہری نظر سے یورپ کے حالات کا جائزہ لیا جائے۔ اور موجودہ بے حیائی بے شرمی اور تہذیب سوز حرکات کے پس پشت پر غور کیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ ایک سے زائد بیویوں کی ممانعت اس کی بنیادی وجہ ہے۔ آج یورپ میں ایک سے زائد بیویاں تو کوئی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن داشتائیں جتنی چاہے رکھ سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یورپ میں کسی عورت کو اپنے خاوند پر اور خاوند کو اپنی بیوی پر اعتبار نہیں۔ دونوں طرف سے شبہات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ طلاق کی شرح خطرناک حد تک بڑھتی جا رہی ہے۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ عیسائیت نے طلاق کے لئے بھی اتنی کڑی شرائط رکھی تھیں کہ سوائے زنا اور کسی صورت میں طلاق جائز نہ تھی۔ لیکن زمانہ کے حالات نے اس غیر لچکدار تعلیم کی کمزوری ظاہر کر دی۔ اور جس طرح عیسائیت افراط پر قائم تھی لوگ تفریط کی راہ پر چل نکلے۔ اور ذرا ذرا سی بات پر طلاق کے مقدمات درج ہونے لگے۔ اور اب تو نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ میاں نے بیوی کے کتے کو ٹھوکر دیا۔ تو طلاق حاصل کرنے کے لئے بہت معقول وجہ پیدا ہو گئی۔

عیسائیت کی تعلیم اور اس مذہب کے ٹھیکیداروں کے عمل میں اتنا واضح تضاد پایا جاتا ہے کہ یورپ کی نئی پود یہ سوال کھلم کھلا پوچھنے لگی ہے کہ وہ اخلاقی تعلیم جس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اس پر کہاں عمل ہو رہا ہے۔ مگر کسی زمانے میں اس پر عمل ہوا بھی ہے؟ گزشتہ جنگوں نے اور اس کے بعد حالات نے اس عبارت کی قلعی کھول کے رکھ دی ہے۔ ورنہ وہ محض ہاتھی کے دانت کھانے کے ہیں۔ نہیں تو آخر کس روز کے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔ اور اگر یہ تعلیم قابل عمل ہے۔ تو کیوں اس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اور آج امریکہ کی حکومت جو اب باقاعدہ طور پر "خداوند یسوع مسیح" کے زیر سایہ ہے۔ ... کے قحط زدہ لوگوں کی امداد کو کیوں نہیں پہونچی جبکہ لاکھوں ٹن غلہ اس کے گوداموں میں پڑا سڑ رہا ہے۔

میرے نزدیک مذہب سے بے رغبتی پیدا ہو جانے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت نے خدا تعالیٰ سے ایک گہرا رابطہ قائم کرنے کی اس خواہش کا کوئی احترام نہیں کیا جو انسانی فطرت کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس نے انسان کو خدا تعالیٰ سے وصال کی کوئی ضمانت نہیں دی۔ ورنہ یورپ مذہب سے لوگ بیزار نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کی پیاسی روحوں نے جب عیسائیت کے سراب میں دھوکہ ہی دھوکہ دیکھا تو ان پر ایک مایوسی کا عالم طاری ہو گیا۔ لیکن اب اسلام ان بے بس روحوں کی تسکین کا سامان لے کر ان کے دروازہ پر آن پہونچا ہے وہ ایک ایسے خدا کا وجود پیش کرتا ہے جو حی و قیوم ہے اور [illegible] ہے۔ عیسائیت کے خداوند تو [illegible] گونگا اور بے بس ہے۔ اسلام کا خدا آج بھی پکارنے والوں کی پکار کو سنتا ہے اور اپنے فرمان ادعونی استجب لکم کے مطابق مدد کو پہونچتا ہے۔ اگر یورپ کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ اپنی تہذیب کی مہربانی سے اس مقام پر پہونچ چکے ہیں جہاں ان کا چین اور آرام چھن گیا ہے۔ اور اطمینان قلب کی دولت ان کے ہاتھوں سے جاتی رہی ہے۔ انہیں اس وقت ایک ایسے سہارے کی ضرورت ہے۔ جو ان کے دکھتے دلوں پر پھاہا رکھے۔ اور انہیں کفارہ کی افیون کھلا کر بیکاری مجہولیت کی زندگی گذارنے پر ... ۔ کیونکہ ان کی فطرت ایسی غیر فعال ... زندگی بسر کرنے پر آمادہ نہیں۔ وہ اپنی صلیب اپنے کندھوں پر ... اٹھانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اپنے خداوند صرف اور صرف اس ہستی کو قبول کرنا چاہتے ہیں۔ جو مجبور و بے کس اور بے سہارا نہ ہو۔ بلکہ ہر چیز پر قادر ہو۔ تا اس سے تعلق قائم کر کے ایک ابدی اطمینان اور سکون حاصل کیا جا سکے۔ جس کے لئے آج یورپ ... ہے۔ کیونکہ عیسائیت کا خدا ... سے بھی گزرا ہوا ہے۔ ... ان لوگوں کے مزاج سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتی۔ بلکہ بیزاری پیدا کرتی ہے۔ اور انسان کو غیر ضروری طور پر دوسروں کا دست نگر بننے پر مجبور کرتی ہے۔ اور یہی ایک چیز آج یورپین آبادی کے مزاج کے خلاف ہے۔

اسلام جس خدا کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون نزلا من غفور رحیم (حم سجدہ آیت ۳۱ تا ۳۲)

یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر انہوں نے استقامت اختیار کی۔ یعنی اپنی بات سے نہ پھرے اور طرح طرح کے ابتلا ان پر آئے۔ مگر انہوں نے ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ کچھ حزن اور اس بہشت سے خوش ہو جس کا تم وعدہ دیئے گئے تھے۔ یعنی اب وہ بہشت تمہیں مل گیا۔ اور بہشتی زندگی اب شروع ہو گئی۔ نحن اولیاؤکم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ اس طرح کہ ہم تمہارے متولی اور متکفل ہو گئے۔ اور اس دنیا میں اور آخرۃ میں اور تمہارے لئے اس بہشتی زندگی میں جو کچھ تم مانگو وہی موجود ہے۔ یہ غفور و رحیم کی طرف سے مہمانی ہے۔

آج جماعت احمدیہ اس زندہ اور سب سے کلام کرنے والے خدا کا پیغام لے کر مغرب میں پہنچی ہے جس کی روحانی پیاس عیسائیت کا سراب نہ بجھا سکا اور وہ مایوسی کے عالم میں امید توڑ بیٹھا تھا۔ ہم اسے ایک شیریں اور تازہ چشمہ کی طرف دعوت دینے آئے ہیں۔ روحانیت کے لئے عیسائیت کی مردہ تعلیم کے مقابل ایک ایسی شریعت سے آراستہ ہیں۔ جو توتی اکلہا کل حین کے وعدہ کے بموجب اپنے پھل ہمیشہ اور ہر وقت دیتی ہے۔

آج ہماری یہ دعوت دنیاوی سامانوں کے اعتبار سے کمزور سہی لیکن وہ دن دور نہیں کہ یہی پودا تناور درخت اور روشنی کی کرن صداقت کا آفتاب بن جائے۔

پس یورپ میں مذہب کا مستقبل عیسائیت کے اعتبار سے تاریک لیکن اسلام کے اعتبار سے نہایت روشن ہے کیونکہ وہ اپنے ساتھ زندہ خدا رکھتا ہے جس کی طرف ایک قدم بڑھایا جائے تو وہ دو قدم انسان کی طرف بڑھاتا ہے اور اگر چل کر اس کی طرف جائیں تو دوڑ کر ہماری طرف آتا ہے۔ اور آج کے مایوس اور خوف زدہ یورپ کو ایسے ہی خدا کی ضرورت ہے جو ان کا دل اطمینان سے بھر دے؟

(بشکریہ رسالہ خالد ربوہ)

مسلمانانِ ہند کیا کریں

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

ایک ایسا سوال جسے ہندوستان کے پانچ کروڑ مسلمان چودہ سال میں بھی حل نہ کر سکے ۔ نہ یہ سوال نیا ہے نہ یہ ناکامی نئی ہے ۔ اسلامیانِ عالم کی تاریخ میں بیسیوں ایسے نقطے نظر آتے ہیں جہاں مسلمان اس مسئلے کے حل کو بیٹھے اور ناکامی کا منہ دیکھ کر اُٹھے ۔ لیکن ان نقطوں میں سب سے اہم نقطہ ۱۸۵۷ء کا ہے ۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت کریمہ

وانا علی ذھاب بہ لقادرون ۔

میں بھی موجود ہے ۔ آج دلّی کے لال قلعے کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی بجھ گیا ۔ اور مسلمانوں پر حیرت و مایوسی کی تاریکی چھا گئی ۔ اب اس ظلمت کدے سے نکلنے کا سوال تھا ۔ اس پر سرسید ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مرزا غلام احمد بانی جماعت احمدیہ مسیح موعود نے غور کیا ۔ سرسید نے مسلمانوں کے گھروں میں علم کا چراغ جلانا چاہا ۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی پھیلانی چاہی ۔ اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے مسلمانوں کے دلوں کو نورِ ایمان سے معمور کرنا چاہا ۔ اس سہ گوشہ قلعۂ مدافعت کے دو گوشے تو اب بوسیدہ ہو چکے ہیں ۔ سرسید جو پھر سے اسلامی اقدار زندہ کرنا چاہتے تھے ۔ آج ان کے قائم کردہ مرکز اصلاح کو دیکھئے کس طرح وہاں کلچر اور ثقافت کے نام پر اقدارِ اسلامی کا تمسخر اُڑایا جا رہا ہے ۔ پھر وہ دو قومی نظریہ جس کے داعیوں نے اسی کی اشاعت میں اسلامی وحدت دیکھی ۔ اسلام کا احیاء دیکھا ۔ اور اقدار اسلامی کی توقیر دیکھی ۔ آج تک اس حکومت کا دسترخوان بھی شراب کی لعنت سے پاک نہ ہو سکا ۔ ثقافت و کلچر کے نام پر وہاں بھی رقص و سرود کی محفلیں گرم ہیں ۔ جہاں ارکانِ اسلام کی ادائیگی کے متعلق تو کوئی قانون نہیں بنایا گیا ۔ جہاں تبلیغ و اشاعت اسلام کا کوئی ٹھوس ادارہ تو قائم نہیں کیا گیا ۔ مگر عائلی کمیشن کی سفارشات قبول کی گئیں ۔ فیملی پلاننگ سنٹر قائم کئے گئے ۔ اور نسل کشی کی ایک ملک گیر مہم چلائی گئی ۔ ہندوستان کا ایک مسلمان جب اپنی قربانیوں کا یہ نتیجہ دیکھتا ہے ۔ تو وہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ کیا اسی دن کے لئے یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی گئی تھی اور کیا اسی دن کے لئے دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک مسلم حکومت کا مطالبہ کیا گیا تھا ۔

اب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تحریک دیکھئے ۔ کس طرح وہ آہستہ آہستہ برف کے تودے کی طرح پگھل گئی کجا وہ ہنگامہ خیز و ولولہ انگیز تقریریں ۔ تحریک ترکِ موالات ۔ سول نافرمانی ۔ ستیہ گرہ اور سنگینوں کے سائے میں چلنے کا شوق اور کجا آج کی بے کسی ۔ بے بسی و مجبوری ۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں

مسلم کنونشن

۱۵ راگست ۱۹۴۷ء شاہد ہے کہ جس دن ہندوستان نے آزادی کی دہلیز پر قدم دھرا ۔ اکثریت کا اقلیت سے رشتہ ٹوٹ گیا ۔ اکثریت کے گھروں میں جشنِ چراغاں تھا ۔ مگر اقلیت پریشان ۔ اداس اور خوفزدہ ہو رہی تھی ۔ مسلم اقلیت نے بار بار اکٹھے ہو کر اپنے قومی مسائل کو حل کرنا چاہا ۔ مگر کوئی مجلس نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی ۔ لکھنؤ ۔ علی گڑھ ۔ بمبئی ۔ مدراس اور گجرات میں بالترتیب مسلم کنونشن بلائے گئے ۔ اس کی رہبری کبھی مولانا آزاد نے کی ۔ اور کبھی سید عبداللہ جی نے اور کبھی دوسرے مسلم زعماء نے سیاسی ۔ تعلیمی ، اقتصادی ، قومی اور مذہبی مسائل زیر بحث آتے رہے ۔ شعلہ نوائی و طلاقتِ لسانی کے جوہر دکھلائے گئے ۔ مگر ان تمام حیثیتوں کے باوجود ابھی تک اسلامیانِ ہند کو فلاح کی منزل نظر نہیں آئی ۔ فلاح تو دور کی بات ہے ۔ انہیں تو نجات اور مرجع شر کا مقام بھی نظر نہیں آیا ۔

تنازع للبقاء

اس ناکامی کی اصل وجہ یہ ہے کہ "تنازع للبقاء" جو انسانی فطرت کا خاصہ ہے اس کے اقتضاء ملحوظ نہیں رکھے گئے ۔ انہیں دستِ نگر بن کر جینے کی تعلیم تو دی گئی ۔ مگر جہان میں جو دولۃ المسابقت پایا جاتا ہے ۔ اس کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں بتایا گیا ۔ کیا جنگ کا محرک حیثیت ۔ دو قومی نظریہ رہا ہے ؟ تاریخ اس کی تردید کرتی ہے ۔ بسا اوقات ایک ہی ملک کے رہنے والوں اور ایک ہی عقیدے کے ماننے والوں کے درمیان بھی خونریز جنگیں ہوئی ہیں ۔ ایک دو نہیں تاریخ میں ایسی سینکڑوں مثالیں ملیں گی ۔ بھارت میں کورو اور پانڈو اور عرب میں جمل و صفین کی جنگ ۔ ایک ہی ملک ایک ہی عقیدے والوں کی لڑائی تھی ۔ اس لئے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ سارا ملک ایک عقیدے پر متفق ہو جائے ۔ تو جنگ کا دروازہ اپنی جگہ آپ بند ہو جائے گا ۔ اختلافات اور لڑائیوں کا حقیقی محرک "تنازع للبقاء" یا اقتدار کی کشمکش ہے ۔ اور یہ ہر خاندان ۔ ہر شہر اور ہر ملک میں موجود رہتی ہے ۔ قومیت یا تنظیم کے بڑے دائرے سے نکل کر جب ہم چھوٹے چھوٹے دائروں میں آتے ہیں تو یہاں بھی ہمیں انسانی فطرت کا یہ قاعدہ کارفرما نظر آتا ہے ۔ پاکستان میں اسی چیز نے مسلم لیگ کو سپردِ خاک کیا ۔ اور ہندوستان میں کانگرس ۔ سوشلسٹ پارٹی اور کمیونسٹ پارٹی کی تنظیم اسی کشمکش اقتدار کی نذر ہوتی جا رہی ہے ۔

انیسویں صدی عیسوی

انیسویں صدی عیسوی جو مذہبی اصلاحات کا دور بھی کہلاتا ہے ۔ اس وقت بھارت کی قومی زندگی پر مذہب زیادہ اثر انداز معلوم ہوتا ہے اس وقت بہت سے فرقوں نے مذہب کو ہی حصولِ اقتدار کا اپنے لئے ذریعہ بنایا ۔ عیسائیت ۔ آریہ سماج ۔ برہمو سماج ۔ تھیوسافیکل سوسائٹی مذہب ہی کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر "تنازع للبقاء" کے میدان میں آئی جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے ۔ اسی طرح بڑی تنظیم چھوٹی تنظیم کو نگل جانا چاہتی تھی ۔ اسلام جو جہد للبقاء کے مذہبی میدان میں فتح و ظفر کی علامت بن کر ظاہر ہوا ۔ اس کی مثال بھی بڑی مچھلی کی سی ہے مگر وہ چھوٹی مچھلیوں کو نگلتا نہیں بلکہ ان کی حفاظت کرتا ہے ۔ خدا کا قرآن کی تعریف میں یہ کہنا کہ

فیھا کتب قیمہ

اس میں تمام قائم رہنے والی صداقتیں قائم ہیں ۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے ۔ مذہبی اصلاحات کا وہ دور جب دوسرے مذہبی پیشواؤں کی شان میں نازیبا الفاظ کا استعمال ناجائز سمجھا جاتا تھا ۔ اس امن شکن فضاء پر غالب آنے کی صلاحیت عیسائیت میں تھی نہ آریہ سماج میں ۔ اس لئے کہ اگر ایک ان میں تیرا تھا تو دوسرا پتھیلی ۔ اور تیرا اور پتھیلی میں کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے کو کالا کہے اس ماحول پر غالب آنے کی صلاحیت اگر کسی میں تھی تو صرف مذہب اسلام میں تھی ۔ اسلام میں تو پیغمبر کی مورتوں کی شان میں بھی سب و شتم کی اجازت نہیں ۔ پیشوایانِ مذاہب کی شان تو بہت بلند ہے ۔ اسی پر بس نہیں ۔ بلکہ اسلام نے اس صداقت کا بھی انکشاف کیا جو تمام قوموں کے درمیان مشترک ہے ۔ یعنی یہ کہ

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت

ہم نے ہر قوم کے پاس رسول بھیجے ہیں جن کا پیغام یہ تھا کہ اللہ کی عبادت کرو اور بدی سے باز آؤ

اسلام کی یہ تعلیم امن شکن ماحول اور بیمار ذہنیت کا تریاق ثابت ہوئی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے یہی تعلیم پیش کر کے امن و اتحاد کے قیام میں مدد دی اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انیسویں صدی کے دورِ اصلاحات میں بھی اسلام صحیح و سالم سے بازی لے گیا ۔ مگر کیا اس کے بعد یہ کہنا درست ہوگا کہ اس عقیدے سے واقفان کے بعد اقتدار اور برتری حاصل کرنے کی خواہش بھی انسان کے دل سے نکل جائیگی شیطان کا ذہنی ارتقاء بند نہیں ہوا ۔ وہ ہمیشہ انسان کو تنازع للبقاء کے نئے نئے کرتب بتاتا رہتا ہے اور انسان کی تاریخ اپنے بھائیوں کے خون سے رنگین ہوتی رہتی ہے ۔

تنازع للبقاء کا صحیح طریق

در اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانانِ ہند کو بھی "تنازع للبقاء" کا صحیح راستہ بتایا جاتا ۔ انہیں بتایا جاتا کہ زندگی کے سمندر میں چھوٹی مچھلی بن کر رہنا گناہ ہے ۔

۱ ۔ انہیں عددی قوت حاصل کرنے کی تلقین کی جاتی کہ یہ طاقت دورِ جمہوریت میں سب سے بڑی طاقت ہے

۲ ۔ انہیں اپنے صحت مند افکار کی اشاعت کے لئے ایک طاقتور پریس کی ضرورت ہے ۔

۳ ۔ انہیں ایسی تعلیم گاہوں کی ضرورت ہے جہاں اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی اقدار و ثقافت کو بھی فروغ دیا جائے ۔

۴ ۔ انہیں ایک ایسے پائدار تبلیغی ادارے کی ضرورت ہے جو سیاسی کھیلوں سے الگ تھلگ رہے اور غیر مسلموں تک پیغام اسلام پہنچائے ۔

۵ ۔ ملک گیر پیمانے پر ایک بیت المال قائم کرنے کی ضرورت ہے جس میں صرف زکوٰۃ و صدقات کی رقوم ہی جمع نہ ہوں بلکہ بنک کے طریقے پر اس مالی شعبے کو ترقی دی جائے ۔ اور دوسرے بنکوں کی طرح ملک کی تجارت و اقتصادیات میں حصہ دار ہو ۔

۶ ۔ ایسے اداروں کے قائم کرنے کی ضرورت ہے ، جہاں مسلمان بچوں کو صنعت و حرفت کی تعلیم دی جائے ۔

۷ ۔ ہر جگہ ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو گورنمنٹ کے ایجنسیز سے رابطہ قائم کرے اور مسلمانوں کے متعلق

ملازمت ... ن نگہداشت کرے۔

فیملی پلاننگ مسلمانانِ ہند کو زندہ و فعال بنانے کے لئے

ان تجاویز پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ اگر میں اس جگہ ان تجاویز کی تفصیلات درج کروں تو ہر تجویز کے لئے ایک مفصل مضمون کی ضرورت ہے۔ لہٰذا انہیں تو ارباب حل و عقد کے لئے مجمل ہی چھوڑتا ہوں۔ البتہ پہلی تجویز کے متعلق یہ کہنا ضروری ہے۔ کہ اس "دورِ جمہوریت" میں کسی کو عددی طاقت کی اہمیت سے انکار نہیں۔ ہاں یہ بوجھ اُٹھانے سے بہتوں کو فرار و گریز ہے۔ اس لئے کتنے مسلمان ایسے ہیں جو فیملی پلاننگ کے حامی ہیں۔ اور تعدد ازدواج کے مخالف حالانکہ ان ... یہ فیملی پلاننگ تو "نسل کشی" کی ایک مہم ہے۔ جس پر اس دورِ جمہوریت میں عمل کرنا ایک بڑا گناہ ہے۔ فرعون نے یہی مہم خوف بغاوت سے چلائی تھی۔ یہاں کہنے دیا کہ یہ اسکیم خوف غربت و افلاس سے چلائی جا رہی ہے۔ مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ غربت و افلاس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ یہی بغاوت۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ فیملی پلاننگ کی مہم بھی خوف بغاوت ہی سے چلائی جا رہی ہے۔

بیوگی رہ گیا مسئلہ بیوگی تو ایک مسلم معاشرے میں اس مسئلے کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ایک ہندو سماج میں "نکاح بیوگان" کو جس طرح نکاح بیوگان کی رسمیت کے خیال نے ہندو سماج کو مفلوج کر دیا۔ اسی طرح مسلم معاشرے کو تباہ و برباد کر دے گا۔ آج بعض مسلم خواتین اس آرڈیننس کے نفاذ پر زور دے رہی ہیں۔ کیا انہوں نے دوسرے اسلامی احکام کے نفاذ میں بھی یہی سرگرمی دکھائی ہے؟ اور کیا جس طرح آج وہ اس آرڈیننس کی مخالفت پر سوگوار ہو جاتی ہیں۔ کیا کسی دوسرے اسلامی حکم کی بے حرمتی پر بھی اس طرح سوگوار ہوئی ہیں؟ یہ دونوں اسکیمیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ انسان کے بنیادی حقوق میں مداخلت کی گئی ہے۔ اور خاندان کے تقدس پر حملہ کیا گیا ہے۔

صفت رزاقیت مسلمانانِ ہند کو چاہئے کہ خدا کی صفت رزاقیت اور اس کے وعدے "ویرزقہ من حیث لایحتسب" پر ایمان رکھیں۔ اور عددی طاقت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کی کثرت پر فخر کا اظہار کیا ہے۔

مسلمان اور جن سنگھ رہ گئیں دوسری تجویزیں تو وہ ایسی ہیں جو بار بار مسلمانوں کے ذہن پر اُبھرتی رہی ہیں۔ مگر ابھی تک یہ نقش دیرپا ثابت نہیں ہوا

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمان تنازع للبقاء کے ولولہ سے محروم ہوتا جا رہا ہے وہ اپنی تباہی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور کچھ دیر آنسو بہا کر پھر اسی راستہ پر چل پڑتا ہے۔ دست غیب نے کتنی مرتبہ جھنجھوڑا ہے۔ مگر وہ پہلو بدل کر پھر سو گیا۔ ابھی "صدق جدید" میں ایک مضمون آیا تھا۔ فاضل مضمون نگار نے اس میں ہندوستان کے مسلم رہنماؤں سے ایک مطالبہ کیا ہے۔ مگر کیا بھارتی مسلمانوں کی موجودہ پوزیشن ایسی ہے کہ اس کے مسائل اطمینان بخش طور پر آگے بڑھائے جا سکیں۔ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے دوست پنڈت جواہر لال نہرو، ٹیگور کی صد سالہ برسی منانے کلکتہ جاتے ہیں مگر مسلم قوم کے جنازے پر دو آنسو بہانے نہیں آتے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بنگالی قوم ایک زندہ قوم ہے۔ اس کے پاس تعلیمی ادارے ہیں۔ پریس کی طاقت ہے اور اس کا صنعتی و اقتصادی معیار بلند ہے۔ اس کے مقابل پر مسلمان ایک مردہ قوم ہے۔ اور مُردہ سے آخر کب تک کوئی پیار کرے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت ایسی افسوسناک ہے کہ انہیں بے باک بے غرض رہنما نہیں ملتا۔ اور بے باک بے غرض رہنما کو فعال و باعمل جماعت نہیں ملتی اسی حیرانی کا یہ ایک نتیجہ ہے کہ اتر پردیش میں مسلمان "جن سنگھ" جیسی فرقہ پرست جماعت کے ممبر بننے لگے۔ اور ابھی بہار شریف کے شہر نا مک کی اطلاع ہے کہ وہاں میونسپل الیکشن میں "جن سنگھ" کا ایک امیدوار محض مسلمانوں کے ووٹوں سے کامیاب ہوا۔ اور مسلمانوں نے اس کی کامیابی پر خوشی کے جلسے منعقد کئے۔

بے غرض لیڈر کا انتخاب یہ آثار بتا رہے ہیں کہ مسلمان عزت نفس اور خود اعتمادی کے جوہر سے محروم ہو گیا ہے۔ وہ خوف و ہراس کے عالم میں دوسروں کے پیچھے دوڑنے لگا ہے۔ ایک قوم پرست خوددار اور بے غرض لیڈر کا انتخاب جو وقت کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ مسلمان اب اس جھمیلے میں نہیں پڑنا چاہتا۔ ایک پاکیزہ صاف اور ستھری جماعت جس کا دامن کبھی قومی خیانت سے داغدار نہ ہوا ہو۔ اس کی شرکت مسلمانانِ ہند کی زندگی کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ مگر اب مسلمان جماعتوں اور پارٹیوں کی سندھ ہی میں اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ "حاطب اللیل" کی طرح لکڑی اور سانپ میں بھی تمیز نہیں کرتا۔ اس کی مثال اس بکری کی سی ہے جو اپنے ہی کھر سے زمین کھود کر قصاب کو چھری کا پتہ بتا دیتی ہے۔ وہ ایک مشت خاک ہو کر آندھی کا ساتھ دینا چاہتا ہے۔

رانچی میں ایک نکاح کی تقریب

رانچی ۲۸ مئی۔ بعد نماز عصر خانبہادر سید محی الدین صاحب احمد ایڈوکیٹ رانچی کے اصغر فرزند ارجمند عزیزم لئیق احمد صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر "دی سینٹینل" کا نکاح خاکسار نے نسیمہ خاتون صاحبہ بنت سید محبوب الحسن صاحب مرحوم آف بھاگلپور کے ساتھ مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔

منکوحہ کے ولی بڑے بھائی محترم ڈاکٹر سید فخر الحسن صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (رینچ) ڈی۔ ٹی۔ ایم۔ اینڈ۔ ایچ (لنڈن) بھاگلپور سے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے خسر محترم بھاگلپور کی مشہور گدی خلیفہ باغ کے سجادہ نشین اور علاقہ بھاگلپور کی مشہور و معروف شخصیت جناب شاہ فخر عالم صاحب۔ اور شاہ صاحب موصوف کے ہونہار فرزند جناب شاہ آفتاب عالم صاحب آئی۔ آر۔ اے۔ ایس مع دیگر احباب و اقرباء بھاگلپور سے تشریف لائے۔

تقریب خانبہادر سید محی الدین صاحب احمد کے بنگلہ پر منعقد ہوئی۔ رانچی کے معززین کثیر تعداد میں تقریب میں شریک ہوئے۔ اور ولی کی اجازت سے لڑکی کی طرف سے مکرم و معظم جناب شاہ فخر عالم صاحب نے ولایت کے فرائض انجام دیئے۔

اعلان نکاح کے بعد دعا ہوئی اور خانبہادر صاحب موصوف کی طرف سے حاضرین کی پُر تکلف ناشتہ سے تواضع کی گئی۔ بھاگلپور کے معزز مہمان شب بھر قیام کے بعد ۲۹ مئی کی صبح کو واپس بھاگلپور کے لئے روانہ ہو گئے۔

سید لئیق احمد صاحب نے اس موقعہ پر مندرجہ ذیل رقومات بطور چندہ دیا۔

شکرانہ فنڈ-/۱۰ روپیہ اعانت بدر-/۵ روپے۔ تعمیر مساجد ممالک بیرون-/۵ روپے

بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کی منکوحہ محترمہ نے میٹرک کے امتحان میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس موقعہ پر بھی آپ نے مزید چار روپے شکرانہ فنڈ میں ادا کئے۔ محترم سید لئیق احمد صاحب جماعت احمدیہ کے ایک مخلص نوجوان ہیں بزرگانِ سلسلہ و احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو روحانی اور جسمانی اعتبار سے جانبین کے لئے بابرکت بنا دے۔ آمین۔

خاکسار عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ رانچی

ماضی کی تحریکات کا نتیجہ ان تمام حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کی کسی تحریک نے "مسلمانانِ ہند" میں تنازع للبقاء کا ولولہ پیدا نہیں کیا۔ اور اب وہ آہستہ آہستہ دوسرے قالب میں ڈھلنے کی تیاری کر رہے ہیں اسلامی شعار۔ سیرت اور کردار قصۂ پارینہ بننا چاہتا ہے۔ آج ہمارے بچے مدارس میں ایسی نصاب پڑھتے ہیں جو دور کی بات جانے دیجئے مولینا محمد علی۔ شوکت علی۔ حکیم اجمل خان اور سیٹھ طیب جی کے نام سے بھی ہماری آئندہ نسل کو ناآشنا کر دے گا۔ وہ وحدہ جس کے بغیر تماشہ بینوں کو بھی زبان اور موسیقی کا لطف نہیں آتا۔ اس کی حمایت میں پنڈت جواہر لال نہرو۔ مسز اندرا گاندھی۔ ڈاکٹر سی۔ پی گپتا۔ ڈاکٹر تارا چند وغیرہ رطب اللسان ہیں۔ مگر اس کو پھلنے پھولنے کے لئے ہندوستان کا کوئی علاقہ نہیں ملتا۔ حالانکہ زبان ہی کی بنیاد پر بڑی دھوم دھام سے ہندوستان کے سٹیٹوں کی تقسیم ہوئی۔ کیا اس وقت مسلمانانِ ہند پر کوئی فریضہ عائد نہیں ہوتا۔ اور کیا وہ اسی دست و بازو سے اپنے فریضہ سے عہدہ برآ ہوتے

کی قوت محسوس کر رہے ہیں۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر انہیں یقین کرنا چاہئے کہ ماضی کی تحریکوں نے ان میں زندگی کی روح پیدا نہیں کی۔ اور انہیں کشمکش حیات کا طریق نہیں بتایا۔ اس یقین کے بعد اب انہیں دوسری راہ عمل کی تلاش کرنی چاہئے۔ اس صورت میں ان کے سامنے انیسویں صدی کی وہ تحریک آئے گی جس کو تحریک احمدیت کہتے ہیں جس کی بنیاد ۱۸۸۹ء کو حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے ڈالی۔ سر سید اور مولینا محمد قاسم کے بعد ب مسلمانانِ ہند کو حضرت بانی جماعت احمدیہ کی بیدردی ... اور جماعت احمدیہ کے ستر سالہ کردار پر غور کرنا چاہئے۔ اس جماعت کا ماضی حال اور مستقبل کیا ہے؟ یہ جماعت سب سے زیادہ حوادث و فتن کی آماجگاہ بنی۔ مگر کیا یہ بھی دوسری جماعتوں کی طرح مضمحل و منفعل ہو گئی۔ یا اس میں آئے دن کی مخالفت سے توانائی آتی گئی۔ اور ہر تازہ حادثے کے بعد تنازع للبقاء کا جذبہ دل میں اور موجزن ہوتا گیا۔ صرف ہندوستان ہی نہیں اگر ہندوستان کے علاوہ افریقہ۔ یورپ۔ امریکہ اور ایشیا بھی اس کی شہادت دے تو لازم ہے کہ مسلمانانِ ہند جن سنگھ، کمیونسٹ پارٹی اور مسلم لیگ کی طرف توجہ کرنے کی بجائے جماعت احمدیہ کی طرف توجہ کریں۔ اب اس مکتب میں انہیں "تنازع للبقاء" کا درس ملے گا۔ اور زندگی کا وہ راز بتایا جائے گا جو ماضی

وصایا

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل شائع کی جا رہی ہیں۔ اگر کسی کو ان میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کو پوری تفصیل سے آگاہ فرمائیں (سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

نمبر ۱۳۲۶ میں نصیرہ بیگم زوجہ محمد عبدالحی صاحب قوم شیخ پیشہ خانہ داری عمر تقریباً ۲۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن حیدرآباد ڈاکخانہ خاص ضلع حیدرآباد دکن صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۰ء کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) میری اس وقت کوئی آمد نہیں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (الف) جائداد طلائی (۱) ایک عدد چندن ہار وزنی پندرہ تولہ (۲) کڑے وزنی دو تولہ (۳) گوکھرو وزنی دو تولے (۴) گھیون والا وزنی تین تولے (۵) نکلیس دو عدد وزنی چھ تولے (۶) جھمکے وزنی دو تولے جملہ زیور طلائی (۳۰) تولہ جس کی موجودہ قیمت بحساب ۱۳۵/- روپیہ فی تولہ مبلغ ۴۰۵۰/- روپے ہے۔ اور چاندی پچاس تولہ جس کی موجودہ قیمت بحساب ۲/۲۱ روپیہ فی صد تولہ مبلغ ۱۱۰/۴/۰ روپے ہے۔ علاوہ ازیں زر مہر مبلغ ۱۱۰۰/- روپیہ بذمہ شوہر واجب الادا ہے ان تینوں کی مجموعی قیمت مبلغ ۵۲۶۰/۴/۰ روپے ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

(۳) اگر اس کے بعد کوئی جائداد اور پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی، اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ المرقوم ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء

الامتہ موصیہ نصیرہ بیگم معرفت رشید سیکرٹری جلال کرچہ حیدرآباد۔ گواہ شد محمد عبدالحی (شوہر موصیہ) رشید سیکرٹری جلال کرچہ حیدرآباد دکن۔ گواہ شد حکیم محمد دین عفی عنہ مبلغ انچارج حیدرآباد دکن +

نمبر ۱۳۲۶۷ میں محمد اسمٰعیل ولد علم الدین قوم راجپوت بھٹی پیشہ درویش قادیان عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن قادیان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۱/۶۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-

اس وقت میری منقولہ و غیر منقولہ کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو کہ قریباً اس وقت مبلغ ۴۰/- روپے ہے۔ اور میں اس وقت دھوبی کا کام کرتا ہوں اور اپنے حصہ آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اور اگر میری آمد میں کوئی کمی بیشی ہو تو اس پر بھی یہ وصیت ۱/۱۰ کے حساب سے حاوی ہوگی۔ اگر کسی وقت میری کوئی جائداد پیدا ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت اگر کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد نشان انگوٹھا محمد اسمٰعیل درویش قادیان ۲/۱/۶۱۔ گواہ شد عبدالغفور ولد چوہدری فقیر محمد صاحب موصی نمبر ۱۰۶۵ قادیان ۳/۱/۶۱۔ گواہ شد سکندر خان ولد لال خان موصی نمبر ۱۰۹۳۲ قادیان ضلع گورداسپور ۳/۱/۶۱ +

نمبر ۱۳۲۶۸ میں رشیدہ بیگم زوجہ محمد ابراہیم قادیانی قوم ارائیں پیشہ خانہ داری عمر پچیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب مشرقی بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۱/۶۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-

میری اس وقت کوئی غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ منقولہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) حق مہر ۵۰۰/- بذمہ خاوند (۲) کانٹے طلائی وزنی ایک تولہ دو ماشہ (۳) تمکہ طلائی وزنی آدھ تولہ قیمتی ۲۱۶/- روپے کل میزان مبلغ ۷۱۶/- روپے۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں اگر بوقت وفات اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اپنی اس جائداد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس وقت میری ماہوار آمد نہیں ہے اگر کسی وقت کوئی آمد ہوگی تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامتہ رشیدہ بیگم۔ گواہ شد محمد ابراہیم قادیانی مولوی فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان خاوند موصیہ ۲۲/۱/۶۱۔ گواہ شد محمد نثار احمدی بقلم خود مدرس تعلیم الاسلام سکول قادیان۔

نمبر ۱۳۲۶۹ میں رمضان بٹ ولد عبدالرزاق بٹ قوم بٹ پیشہ زمینداری عمر ۵۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن ونہ بی ڈاکخانہ یاڑی پورہ ضلع اسلام آباد صوبہ کشمیر بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ مارچ ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے:-

اراضی رقبہ ۴ کنال واقع موضع ونہ بی تحصیل کولگام کشمیر۔ قیمتی ۷۵۰/- روپے

مکان خام رقبہ ۴ مرلہ واقع موضع ونہ بی تحصیل کولگام کشمیر۔ قیمتی مبلغ ۱۵۰/- روپے

درختان افتادہ اراضی واقع ونہ بی تحصیل کولگام کشمیر۔ قیمتی مبلغ ۷۵/- ،،

کل جائداد قیمتی مبلغ ۹۷۵/- روپے

میں اس جائداد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ چونکہ میرے (راقم) کے اولاد نہیں ہے اور نہ بیوی ہے۔ ہم تین بھائی تھے دو فوت ہو چکے ہیں اور ان دونوں کی اولاد کے ساتھ میں رہتا ہوں اور وہ غیر احمدی ہیں۔ اور جائداد بھی ان کے قبضہ میں ہے اس لئے میں نے ان سے فیصلہ کیا ہے کہ وہ مجھے اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی قیمت نکال کر دیدیں تاکہ میں اپنی زندگی ہی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں۔ میرے مرنے کے وقت اس کے علاوہ جس قدر میراث کہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط تحریر بتاریخ ۳ مارچ ۱۹۶۱ء۔ العبد نشان انگوٹھا محمد رمضان بٹ ولد عبدالرزاق بٹ۔ گواہ شد یار محمد خان ونہ بی (بقلم خود)۔ گواہ شد حکیم پیر غلام محمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ یاڑی پورہ (بقلم خود) ۳/۳/۶۱۔

نمبر ۱۳۲۷۰ میں محمد یوسف ولد عطاء اللہ قوم کشمیری پیشہ ملازمت عمر ۴۶ سال تاریخ بیعت زائد از ۲۵ سال ساکن محلہ ست گڑھ حال محلہ تالاب کھٹیکاں ضلع جموں صوبہ جموں بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۷ مارچ ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میرا ایک جدی مکان پختہ یک منزلہ محلہ ست گڑھ جموں میں واقع ہے جس کی مکانیت حسب ذیل ہے:- بیٹھک یک عدد۔ دالان دو عدد۔ کوٹھڑیاں دو عدد اور ایک پختہ و ایک خام۔ باورچی خانہ یک عدد۔ غسل خانہ دو عدد۔ سٹور روم ایک عدد۔ صحن ایک عدد۔ زینہ ایک عدد اور ڈیوڑھی یک عدد۔ یہ مکان قابل مرمت ہے اور اس وقت اس مکان کی مالیت ۸۰۰۰/- آٹھ ہزار روپیہ ہے میں اس کے دسویں حصہ کی یعنی (۸۰۰/- روپے) کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ میں نے مبلغ ۵۰/- (یا پچاس روپیہ) بمد زیر کوپن ۸۳۰۷ مورخہ ۱۹/۸/۵۷ جمع کرائے ہوئے ہیں میں اس کے دسویں حصہ یعنی پچاس روپیہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں اور بقایا رقم مبلغ چار صد پچاس روپیہ (۴۵۰/-) حصہ جائداد میں دیتا ہوں۔ میری پنشن ۵۹/۸۷ اور مہنگائی الاؤنس ۶/- کل (۶۵/۸۷) ہے۔ علاوہ ازیں مجھے ماہوار تنخواہ پچاس روپیہ بطور معلم وقف جدید جموں ملتی ہے۔ اس لئے ۱۱۵/۸۷ پر مبلغ ۱۱/۵۹ گیارہ روپے انسٹھ پیسے ماہوار کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں خاکسار محمد یوسف احمدی سکنہ ست گڑھ جموں حال محلہ تالاب کھٹیکاں کوچہ قصاباں جموں ۳/۳/۶۱۔ گواہ شد فیروز الدین بقلم خود ولد امام الدین قوم سلہریہ محلہ استاداں سیکرٹری مال جماعت احمدیہ جموں تحریر ۷/۳/۶۱۔ گواہ شد عبدالقیوم میر ولد جمال الدین میر قوم کشمیری سکنہ نگر لعبد رداہ حال کلرک سٹور ڈپو مزدور سرائے تالاب کھٹیکاں جموں تحریر ۷/۳/۶۱۔

نمبر ۱۳۲۷۱ میں محمد صدیق ولد خواجہ غلام محمد ڈیجو قوم ڈیجو کشمیری پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت ساکن لعبد رداہ حال پونچھ ڈاکخانہ پونچھ ہوبلی ضلع پونچھ صوبہ جموں بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۷ ماہ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد کوئی نہیں۔ اس وقت ماہوار آمد تنخواہ ہے G.P.F مبلغ ایک صد پندرہ روپیہ ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ مبلغ گیارہ روپیہ آٹھ آنے ماہوار داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط العبد موصی محمد صدیق ولد خواجہ غلام محمد صاحب ڈیجو مرحوم ساکن لعبد رداہ حال پونچھ (بقلم خود) گواہ شد محمود احمد احمدی ولد بابو محمد افضل خان بذات تحصیل بیڈر ضلع پونچھ ڈاک خانہ وڈرسابال مینڈر (بقلم خود) گواہ شد محمد یوسف ولد امام علی اللہ قوم کشمیری سکنہ جموں حال وارد پونچھ ۷/۴/۶۱۔

نمبر ۱۳۲۷۲ میں صدیق امیر علی ولد احمد صاحب قوم موپلہ پیشہ زمینداری عمر ۳۹ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۷ء ساکن مدگرال ڈاکخانہ خاص ضلع کنانور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ یکم اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ (۱) میرے پاس کچھ زرعی زمین ہے جس کا رقبہ مجھے صحیح علم نہیں ہے۔ میں جا کر معلوم کروں گا اور دفتر بہشتی مقبرہ کو اطلاع دوں گا۔ میری اس زرعی زمین کی قیمت ۷۰۰۰/- (ستر ہزار) ہے (۲) ہمارا سکنی مکان مدگرال میں ہے جس کے چاروں طرف میری اپنی زمین ہے اس مکان کا اندازہ پندرہ ہزار روپے ہے (۳) میرے پاس اس وقت بارہ ہزار روپیہ نقد موجود ہے (۱۲۰۰۰/- روپیہ) میں اپنی ساری جائداد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب کرتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں حصہ جائداد ادا نہ کر سکا تو میری وفات کے بعد اس کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب ہوگی۔ میرے پاس جو نقد رقم ہے اس کا ۱/۱۰ حصہ میں ان شاء اللہ جلد ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میری وصیت قبول فرمائے اور مجھے عہد وصیت پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ میں اپنی جائداد اور آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کو دیتا رہوں گا اس وقت میرا گذارہ اسی جائداد پر ہے الراقم نیفا محمد گراق درویش قادیان۔ العبد صدیق امیر علی موصی مذکور ۶۱/۴/۱ الامتحان بحریہ [illegible]

خبریں

گورداسپور ۲۳ رمئی۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کمشنر جالندھر (جالندھر ڈویژن) کی عدالت میں نقول کی فیس حسب ذیل تفصیل کے مطابق مقرر کی گئی ہے:-

(۱) فیس درخواست ۴۰ نئے پیسے
(۲) فیس نقول بحساب ۵/۰ فی کاپی
(۳) ارجنٹ فیس بحساب ۲/۰ فی کاپی
(۴) اخراجات رجسٹریشن ۷۵ نئے پیسے
(۵) تلاش کرنے کی فیس ایک روپیہ۔

نقول کی فیس کورٹ فیس کے ٹکٹوں کی صورت میں بھیجی جانی چاہیئے۔

... چودہ ۵ ارمئی۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مقدار اور کلراٹھی اراضی جو ضلع امرتسر اور گورداسپور میں بیکار پڑی ہے۔ کی زرخیزی کو درست اور بحال کرنے کیلئے حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسی اراضی کے لئے زائد پانی مہیا کرنے کا انتظام موجودہ سوسم خریف میں کیا جائے۔ عوام الناس کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ زمین کی زرخیزی کی اس مہلت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ اس تعلق میں مزید تفصیل ڈائرکٹر صاحب محکمہ آبپاشی پنجاب امرتسر سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

بٹالہ میں ٹیگور کی برسی

مورخہ ۱۴ رمئی کو بٹالہ میں پنجابی ادیب سبھا کے زیر انتظام نامی شاعر رابندر ناتھ جی ٹیگور کی برسی منانے کے لئے جلسہ کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ اس میں خاکسار کو بھی مدعو کیا گیا۔ جلسہ میں پہلے اجلاس کی صدارت جناب پروفیسر پریتم سنگھ صاحب پٹیالہ نے فرمائی۔ اس اجلاس میں سنہ ۱۹۶۱ء میں شائع شدہ ۱۰ سے پنجابی ادب پر تنقیدی تقریریں کی گئیں۔ ان تقریروں میں حصہ لینے والے پنجاب کے مشہور و معروف پنجابی ادیب تھے۔ یہ اجلاس دوپہر تک جاری رہا۔ دوسرا اجلاس بعد دوپہر زیر صدارت جناب برکت رام صاحب یمن شروع ہوا۔ اس میں رابندر ناتھ ٹیگور کی ادبی شخصیت کے بارہ میں اور تقاریر کے علاوہ خاکسار کی بھی تقریر ہوئی۔ خاکسار نے اپنی تقریر میں رابندر ناتھ ٹیگور کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ دونوں اجلاس بڑے کامیاب رہے۔ سامعین بہت بڑی تعداد میں شریک اجلاس ہوتے رہے۔ اور بڑی دلچسپی سے پروگرام کی کارروائی کو سنتے رہے۔ خاکسار کی طرف سے موقعہ کے مناسب حال اردو۔ ہندی۔ گرمکھی

انگریزی کا جماعت احمدیہ کا لٹریچر بھی مطالعہ کے لئے تعلیم یافتہ طبقہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ انہوں نے یہ لٹریچر خوشی سے قبول کرتے ہوئے بغور مطالعہ کا وعدہ فرمایا۔ اور خوشی کے جذبات کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ مرسلہ گیانی عبد اللطیف صاحب بتوسط نظارت دعوت التبلیغ)

کٹک ۲۷ رمئی۔ وزیراعظم پنڈت نہرو نے اڑیسہ کے انتخابی دورہ میں کل نصف درجن مقامات پر تقریریں کیں۔ انہوں نے اپنی تقاریر میں آسام اور مغربی بنگال کی موجودہ کشیدگی کا ذکر بھی کیا اور کہا کہ یہاں کے باشندوں کو کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے جذبات مشتعل ہوں اور دشمنی کا جذبہ بڑھے۔ زبان وغیرہ کے مسائل کو لڑ جھگڑ کر حل کرنے سے ملک کے اتحاد کو نقصان پہونچے گا۔ اور ہماری آزادی کو خطرہ پیدا ہو جائے گا اگر مذہب ذات پات صوبہ اور زبان کے جھگڑے قائم رہے تو ہم آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس وقت ملک کی سب سے بڑی ضرورت اتحاد قائم کرنا ہے ترقیاتی کام صرف اتحاد اور تعاون سے ہی مکمل ہو سکتے ہیں۔ ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کی فرقہ پرست تنظیموں سے بھارت کمزور ہو جائے گا۔

درگاپور ۲۷ رمئی۔ کل صدر کانگرس شری سنجیوا ریڈی پر درگاپور ریلوے سٹیشن پر قاتلانہ حملہ کرنے والے ملزم کے بیان کی مزید تفصیل ملی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے پولیس کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس کے بعد وہ شری نہرو پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

درگاپور ۲۹ رمئی۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے آج اپنے صبح کے اجلاس میں ملک کی علاقائی یکجہتی کے متعلق ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس کر دیا۔ اس میں بھارت سرکار اور بھارتی عوام کے اس عزم کا اعلان کیا گیا ہے کہ ہر قیمت پر ہر ملک کی علاقائی یکجہتی اور سالمیت کو برقرار رکھنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے سب کمیٹی کا اجلاس ۴ بجے شام پر ملتوی ہو گیا۔ ریزولیوشن میں اعلان کیا گیا ہے کہ پاکستان یا کسی اور بڑی طاقت نے کشمیر کی علاقائی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کی۔ تو پوری طاقت سے اس کا مقابلہ کیا جائے گا۔ ریزولیوشن میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ بھارتی باشندے ملک کے تحفظ کی تمام ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے چین کی جارحیت کو ختم کرانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ ریزولیوشن بھارت کے وزیر داخلہ شری لال بہادر شاستری نے پیش کیا۔

چنڈی گڑھ ۲۹ رمئی۔ وزیر آبپاشی

ضروری اعلان

اطلاع ملی ہے کہ ایک شرپسند پارٹی جو اپنا نام "حقیقت پسند پارٹی" رکھتی ہے۔ معاندین کی پشت پناہی سے گندے قسم کا لٹریچر جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کے خلاف لاہور سے شائع کر کے ہندوستان کے بعض احمدیوں کو بھجوا رہی ہے۔ اس پارٹی میں چند ایسے لوگ شامل ہیں جو بوجہ فتنہ انگیزی اور جماعتی اور شرعی نقائص کے جماعت احمدیہ سے خارج کئے جا چکے ہیں۔ ان کا پروپیگنڈا نہ صرف اشتعال انگیز اور جماعت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والا ہے بلکہ جھوٹ اور افترا پر مبنی ہے۔

احباب اس شرپسندی اور فتنہ انگیزی سے آگاہ رہیں اور اگر کوئی ایسا لٹریچر ان کی طرف سے موصول ہو تو وہ فوراً نظارت امور عامہ قادیان کے پتہ پر بھجوا دیں۔

اللہ تعالیٰ سب مخلصین کا حافظ و ناصر ہو۔

ناظر امور عامہ قادیان

کیپٹن لچھمن داس صاحب کاہلواں کو صدمہ!

افسوس ہے کہ کیپٹن لچھمن داس صاحب موضع کاہلواں کی اہلیہ صاحبہ اچانک بیمار ہو کر گزشتہ ہفتہ وفات پا گئیں۔ کیپٹن صاحب بہت خوش خلق اور ہمدرد خلائق شخصیت ہیں اور جماعت احمدیہ کے ساتھ ان کے تعلقات دوستانہ ہیں۔ اس صدمہ کی اطلاع ملنے پر محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر مقامی مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ مع چند دیگر اصحاب کے اظہارِ تعزیت کے لئے کاہلواں گئے۔ یہ بات تسلی بخش ہے کہ کیپٹن صاحب کے تین بیٹے جو پنجاب سے باہر ملازم تھے اتفاق سے اپنی والدہ صاحبہ کی وفات کے موقعہ پر کاہلواں میں موجود تھے۔ اور ان کو اپنی والدہ کی آخری خدمت سرانجام دینے کی توفیق مل گئی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس صدمہ میں جناب کیپٹن صاحب اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (نامہ نگار)

تعریف تحریک جدید

ارشاد ذات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

"تمام لوگوں تک پہنچنے کیلئے ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں روپیہ کی ضرورت ہے۔ ہمیں عزم و استقلال کی ضرورت ہے ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیں اور انہی چیزوں کے مجموعے کا نام تحریک جدید ہے۔ تحریک جدید دراصل اسلام کے احیاء کا نام ہے جدید وہ صرف ان معنوں میں ہے کہ دنیا اس سے ناواقف ہو گئی ہے ورنہ درحقیقت یہ تحریک قدیم ہی ہے۔"

وکیل المال تحریک جدید قادیان

دہلی سردار گیان سنگھ راڑیوالہ نے آج اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے ماسٹر تارا سنگھ کی طرف سے ۱۵ راگست کو بھوک ہڑتال کرنے کے فیصلہ کو افسوسناک قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ کے اس الزام میں کوئی صداقت نہیں کہ سکھوں کے ساتھ امتیازی سلوک ہو رہا ہے پنڈت نہرو نے کبھی کسی سکھ لیڈر سے ملنے سے انکار نہیں کیا۔ بہتر ہے کہ ایسے

کو مرن برت کی دھمکیوں کی بجائے بات چیت سے سلجھایا جائے